ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
12 تا 18 اکتوبر 2006ء
www.tanzeem.org

روزہ کی حقیقت

عربی زبان میں روزہ کو صوم کہا گیا ہے۔ عربی لغت میں اس لفظ کے معنی کسی کام سے رک جانے کے آتے ہیں۔ چونکہ روزے کی حالت میں مسلمان دن کے وقت خوردونوش، کھانے پینے اور ازدواجی تعلق سے رک جاتے ہیں، اس لئے مالکِ کائنات نے قرآن حکیم میں اس لفظ کو ''صوم'' سے تعبیر فرمایا ہے۔ صوم کی اصل، باطنی اور روحانی حقیقت اور معنویت یہ ہے کہ آدمی معرفت ربانی کے حصول کے لئے معصیت، گناہوں اور ہمہ قسم کے ان تمام افعال و اعمال کے ارتکاب سے پوری طرح رک جائے جو ذات باری تعالیٰ کے ہاں ناپسندیدہ ہیں۔ زبان کذب بیانی، ایذا رسانی، گالی گلوچ، چغلی، غیبت، فضول اور بے مقصد گفتگو سے بچ جائے۔ کان نامناسب الفاظ کے سننے ہی سے ناآشنا ہو جائیں۔ ہاتھ سے کسی کو کوئی تکلیف اور گزند نہ پہنچے۔ پاؤں غلط راستے پر چلنے سے پوری طرح رک جائیں، جس سے اسلامی شریعت روکتی ہے۔ بندۂ مومن کا اصل ماحصل اور ہدف مالک الملک کی رضا اور خوشنودی ہے۔ اہلِ ایمان میں یہی ادراک اور شعور حقیقی پیدا کرنا روزہ کا مقصود ہے۔

حبیب الرحمٰن زاہد

اس شمارے میں

ریت کا گھروندہ
دن کا روزہ، رات کا قیام
جنگ اور صلح فوجی انداز کی
رمضان المبارک کو قیمتی بنایئے!
یروشلم کی فتح سے پہلے
پاکستان خطرے کے نشان کے آگے
تفہیم المسائل
امیر تنظیم اسلامی کا دورۂ سیالکوٹ
عالم اسلام

الھدیٰ (251)

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ المائدہ
(آیات: 12-13)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ
وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْھٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ ﴿12﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ
الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰي خَاۗىِٕنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۭ اِنَّ
اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿13﴾﴾

’’اور اللہ نے بنی اسرائیل سے اقرار لیا اور ہم نے اُن میں بارہ سردار مقرر کئے۔ پھر اللہ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہو گے اور میرے پیغمبروں پر ایمان لاؤ گے اور اُن کی مدد کرو گے اور اللہ کو قرض حسنہ دو گے تو میں تم سے تمہارے گناہ دُور کر دُوں گا اور تم کو بہشتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ پھر جس نے اس کے بعد تم میں سے کفر کیا اور سیدھے راستے سے بھٹک گیا‘ تو اُن لوگوں کے عہد توڑ دینے کے سبب ہم نے اُن پر لعنت کی اور اُن کے دلوں کو سخت کر دیا۔ یہ لوگ کلمات (کتاب) کو اپنے مقامات سے بدل دیتے ہیں۔ اور جن باتوں کی اُن کو نصیحت کی گئی تھی اُن کا بھی ایک حصہ فراموش کر بیٹھے اور تھوڑے آدمیوں کے سوا ہمیشہ تم اُن کی (ایک نہ ایک) خیانت کی خبر پاتے رہتے ہو۔ تو اُن کی خطائیں معاف کر دو اور (اُن سے) درگزر کرو۔ بے شک اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔‘‘

اب یہاں سے بنی اسرائیل کی تاریخ کے چند واقعات کا ذکر ہے۔ مسلمانوں کو بتایا جا رہا ہے کہ جس طرح آج اللہ تعالیٰ نے تم سے میثاق لیا ہے اور ایک عہد کا پابند کر دیا ہے‘ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے بھی میثاق لیا تھا۔ اور ان میں ہم نے بارہ نقیب مقرر کئے تھے۔ ان کے بارہ قبیلے تھے۔ ہر قبیلے کا ایک نقیب مقرر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی بارہ نقیب مقرر فرمائے تھے‘ نو قبیلہ خزرج میں سے اور تین قبیلہ اوس میں سے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں۔ یعنی میری تائید و نصرت تمہارے شامل حال رہے گی‘ اگر تم نے نماز کو قائم رکھا اور زکوٰۃ ادا کرتے رہے اور میرے رسولوں پر ایمان لاتے رہے جو پے در پے آئیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لے کر چھ سو برس تک انبیاء کی بعثت کا سلسلہ چلتا رہا۔ پھر 600 برس کا وقفہ ہوا تب نبی اکرم ﷺ تشریف لائے۔ فرمایا کہ تم اُن کی مدد کرتے رہو گے اور اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دیتے رہو گے‘ یعنی اللہ کے دین کے لئے مال خرچ کرتے رہو گے تو میں لازماً تم سے تمہاری برائیاں دور کر دوں گا اور ضرور تمہیں اُن باغات میں داخل کر دوں گا جن کے دامن میں ندیاں بہتی ہوں گی۔ ہاں جس نے تم میں سے اس کے بعد کفر کیا‘ وہ تو سیدھے راستے سے بھٹک کر رہ گیا۔ بنی اسرائیل نے میثاق کی پابندی نہ کی۔ پس ہم نے اسی میثاق کو توڑنے کی پاداش میں اُن پر لعنت فرمائی اور اُن کے دلوں کو سخت کر دیا۔ وہ کلام کو اُس کے اصل محل سے ہٹاتے تھے اور جو کچھ اُن کو نصیحت کے طور پر دیا گیا تھا‘ اُس کے اکثر حصے کو بھول گئے یا اُس سے فائدہ اٹھانا چھوڑ دیا۔ اور اے نبی ﷺ! آپ ہمیشہ اُن کی طرف سے خیانت کی اطلاعات پاتے رہیں گے۔ رسول اللہ ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو پہلے چھ ماہ کے دوران وہاں اپنی پوزیشن مضبوط کرنے کی خاطر یہود کے تینوں قبیلوں سے مدینہ کے مشترکہ دفاع کے معاہدے کر لئے‘ یعنی اگر مدینہ پر حملہ ہوا تو سب مل کر دفاع کریں گے۔ مگر ہوا یہ کہ ہر قبیلہ ایک ایک کر کے غداری کرتا رہا۔ یہاں اسی طرف اشارہ ہے کہ ان کی طرف سے ہر وقت خیانتیں ہوتی رہیں گی‘ سوائے چند لوگوں کے جو اُن میں شریف النفس ہوں گے۔ پس آپؐ ابھی درگزر کیجئے اور معاف کیجئے‘ جانے دیجئے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

فرمانِ نبویؐ

رمضان کی برکات سے محرومی

چودھری رحمت اللہ بٹر

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((كَمْ مِّنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ صِيَامِهٖ اِلَّا الظَّمَاُ وَكَمْ مِّنْ قَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ قِيَامِهٖ اِلَّا السَّهَرُ)) (رواہ الدارمی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں کہ جنہیں سوائے پیاس کے اُن کے روزہ سے کچھ نہیں ملتا‘ اور کتنے ہی قیام کرنے والوں کو ماسوا بے خوابی کے ان کے قیام سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔‘‘

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ریت کا گھروندہ

گزشتہ برس 8 اکتوبر کو پاکستان اور آزاد کشمیر میں تباہ کن زلزلہ آیا۔ اِس آفتِ ناگہانی سے زمین نہ صرف ہلا ماری گئی' بلکہ کئی جگہ سے اِس کا سینہ شق ہوگیا۔ پہاڑ لڑھک گئے اور ان کے درمیان انسانی بستیاں پس گئیں۔ زندگی کا نام ونشان مٹ گیا۔ پانی کے چشمے جو آزاد کشمیر کا حسن ہیں' جو پہاڑی علاقوں میں حیات انسانی کے تسلسل کا اہم ترین ذریعہ ہیں' خشک ہوگئے اور اُنہوں نے پانی اُگلنا بند کردیا۔ ہزاروں یا شاید لاکھوں انسان جاں بحق ہوگئے۔ لاکھوں ایسے زخمی ہوئے کہ زندگی اُن کے لئے بوجھ بن گئی' اور اگر یہ کہا جائے کہ آدھا کشمیر بے گھر ہوگیا تو غلط نہ ہوگا۔ پسماندگان کھلے آسمان تلے غم واندوہ کی تصویر بنے بیٹھے تھے۔ ایک سال گزرنے پر ہم نے اِس دن کو یوں منایا کہ ٹی وی چینلو پر لوگوں کو روتے ہوئے دکھایا گیا۔ یادرفتگان کے عنوان سے چند تقاریب منعقد کیں۔ اسلام آباد میں جائے حادثہ پر موم بتیاں اور دیئے جلائے گئے اور ایک منٹ خاموش کھڑے ہونے کی رسمِ دنیا ادا کی گئی۔

حادثات اور سانحات پر آہ و بکا کرنا' چیخ وپکار سے آسمان سر پر اٹھالینا' پھر سال بہ سال برسیاں منانا اور سوگ کی محفلیں جمانا ہمارے اسلاف کا طرزِ عمل نہیں تھا۔ مسلمان کو تو حکم ہے کہ ہر حال میں صراطِ مستقیم پر قائم رہے اور یہ اِسی صورت میں ممکن ہے اگر وہ احکاماتِ الٰہی سے چمٹا رہے گا اور سنتِ رسول ﷺ اُس کا اوڑھنا بچھونا ہو۔ پھر کوئی تکلیف یا مصیبت آجائے' کوئی ناگہانی آفت ٹوٹ پڑے یا انتہائی عزیز شے کھو جائے تو کہو ﴿انا لله و انا اليه راجعون﴾ ''بے شک ہم اُسی کی طرف سے ہیں اور ہمیں اُسی کی طرف لوٹ جانا ہے۔'' یقیناً آنسوؤں کا بہنا اور چہرے پر غم اور کرب کے آثار نمایاں ہوجانا فطری عمل ہے اور دینِ فطرت اِس کی اجازت دیتا ہے' لیکن ہماری مصیبت یہ ہے کہ ہم ایسے حادثات پر یا تو قدیم جہلا کی طرح رونا دھونا اور سر پیٹنا شروع کردیتے ہیں یا جدید جہلا کی طرح جائے حادثہ پر موم بتیاں جلاتے ہیں۔ ایک منٹ کے لئے خاموش کھڑا ہونا بھی فیشن ہے۔ عوامی خزانے سے بڑی رقوم خرچ کرکے تقریبات منعقد کی جاتی ہیں جن سے صدرِ مملکت اور وزیراعظم خطاب فرماتے ہیں۔

آسمانی آفات یوں ہی نازل نہیں ہوا کرتیں۔ جب انسانوں کی بدکرداری' بدعہدی اور بددیانتی ایک حد عبور کرلیتی ہے تو اُن کی سرزنش کے لئے قہرِ خداوندی زلزلہ یا طوفان بادوباراں یا کسی بھی دوسری صورت میں نازل ہوتا ہے۔ ہم حکمرانوں اور عوام سے یہ سوال کریں گے کہ گزشتہ سال کی اِس خوفناک تباہی کے بعد ہم نے خود میں کتنی تبدیلیاں پیدا کیں۔ کیا اجتماعی سطح پر توبہ اور رجوع الی اللہ کی کچھ تدبیر کی گئی؟ کیا سودی نظام کا خاتمہ کرنے کی طرف کوئی پیش رفت ہوئی تاکہ اللہ اور رسول سے جنگ بندی کا اہتمام ہوسکے؟ کیا روشن خیالی اور آزادی کی آڑ میں پھیلائی جانے والی بے حیائی اور عریانی کا سلسلہ منقطع کیا گیا؟ ٹرک بھر بھر کر آزاد کشمیر سامان بھیجنے والے تاجروں نے سوچا کہ اُنہیں سٹہ' کم تولنا اور ملاوٹ کرنا ختم کردینا چاہیے؟ کیا موت کے سوداگروں نے جعلی ادویات تیار کرنے کا دھندا بند کیا؟ کیا منشیات کا انسان دشمن بیوپار ختم ہوا؟ کیا ہم دھوکہ بازی' بددیانتی اور فریب سے تائب ہوئے۔ کیا حکومت کے ایوانوں سے عوام کو انصاف کی کوئی توقع پیدا ہوئی؟ کیا اقربا پروری اور رشوت ستانی کا سدِباب ہوسکا؟ کیا چوری ڈاکے غنڈہ گردی اور بدقماشی میں کوئی کمی واقع ہوئی؟ کیا امن وامان کی صورتِ حال بہتر ہوئی۔ کیا امراء ورؤسا اور حکمرانوں کے اللّے تللّے ختم ہوئے؟ اگر ہر سوال کا جواب نفی میں ہے تو پھر چودہ سو سال پہلے آسمان سے جواب آچکا ہے۔ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا

لبرل سوچ کے حامل بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ زلزلہ قہرِ خداوندی نہیں بلکہ اندرونِ زمین عمل اور اُن تبدیلیوں کا نتیجہ ہے جو زمین میں ایک طے شدہ پروسیجر کے مطابق روبہ عمل ہوتی ہیں اور اِس کا انسانوں کی اچھائیوں یا برائیوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ آیئے فرض کرلیتے ہیں کہ یہ قہرِ خداوندی نہیں تھا بلکہ محض زیرِ زمین عمل کا اتفاقی نتیجہ تھا تو حکومت نے مستقبل میں کسی بڑی تباہی سے بچنے کے لئے کیا حکمت عملی اپنائی ہے۔ زیرِ زمین یہ عمل کل کلاں دوبارہ کیوں نہیں ہوسکتا۔ پچیس پچیس ہزار روپے لوگوں کی ہتھیلیوں پر رکھنے کی بجائے اُنہیں زلزلہ پروف مکانات تعمیر کرکے کیوں نہیں دیئے گئے۔ ایسے ٹھیکے داروں کو کیفرِ کردار تک کیوں (باقی صفحہ 17 پر)

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 15 — 12 تا 18 اکتوبر 2006ء — 18 تا 24 رمضان المبارک 1427ھ — شمارہ 38

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری'
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقامِ اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 250 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا---------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

چالیسویں غزل

(بالِ جبریل' حصّہ دوم)

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں — ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں
تہی زندگی سے نہیں یہ فضائیں — یہاں سیکڑوں کارواں اور بھی ہیں
قناعت نہ کر عالمِ رنگ و بُو پر — چمن اور بھی' آشیاں اور بھی ہیں!
اگر کھو گیا اک نشیمن تو کیا غم — مقاماتِ آہ و فغاں اور بھی ہیں!
تُو شاہیں ہے' پرواز ہے کام تیرا — ترے سامنے آسماں اور بھی ہیں
اِسی روز و شب میں اُلجھ کر نہ رہ جا — کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں
گئے دن کہ تنہا تھا میں انجمن میں
یہاں اب مرے رازداں اور بھی ہیں!

یہ ''بالِ جبریل'' کی بہت مشہور اور مقبولِ عام غزلوں میں سے ہے۔ چھوٹی بحر ہے' جس میں ترنم کی کیفیت پوری طرح رچی ہوئی ہے۔ ساری غزل مسلسل ہے یعنی ایک مرکزی خیال ہے جس کے گرد تمام اشعار مرکوز ہیں' اور وہ یہ ہے کہ انسان کی زندگی صرف دنیاوی زندگی تک محدود نہیں ہے' بلکہ اس دنیا کے بعد دوسری دنیا ہے۔ آدمی اس دنیا میں زندگی بھر ابتلاء و آزمائش میں مبتلا رہتا ہے۔ وہ ہر آنے والی آزمائش میں اپنے رب کی رضا کے حصول کی کوشش کرتا ہے' اور یوں رُوحانی منازل طے کرتا چلا جاتا ہے۔

یہ مت سمجھو کہ ستاروں سے آگے کوئی دنیا نہیں ہے۔ یہ کائنات محدود و محصور نہیں ہے' بلکہ ستاروں کے بھی آگے بے شمار دنیائیں آباد ہیں۔ اس کے علاوہ دوسرے عالم بھی ہیں' چنانچہ مؤمن کی دنیا محدود نہیں ہے' جیسا کہ ایک اور شعر سے ظاہر ہے:

مؤمن کے جہاں کی حد نہیں ہے!
مؤمن کا مقام ہر کہیں ہے!

اقبال کا مقصد اس نظم سے یہ ہے کہ وہ مسلمان کے زاویۂ نگاہ اور مقصدِ حیات کو آفاقی بنانا چاہتے ہیں۔ یعنی مسلمان کو اس بات پر یقین رکھنا چاہیے کہ اصل زندگی مرنے کے بعد ہے اور یہ وہ زندگی ہے جس کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا۔ یہ مطلب ہے اس مصرع کا: ''ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں''۔ اسی بات کو شاعر نے یوں بھی بیان کیا ہے:

تُو شاہیں ہے' پرواز ہے کام تیرا

یعنی مسلمان کا تصورِ حیات سکونی نہیں' بلکہ حرکی اور فعال ہے۔ اسلام انسانی زندگی کو مسلسل سفر سے تعبیر کرتا ہے۔ اقبال کے نزدیک سکون اور قیام یعنی جمود تو موت کا پیغام ہے۔ اسی طرزِ حیات کو اقبال نے ''سوختنِ ناتمام'' سے تعبیر کیا ہے۔

غزل سادہ اور فوراً دل میں اُتر جانے والی ہے۔ شرح کی ضرورت نہیں' پھر بھی ہر شعر کی سلیس اُردو یہ ہوگی:

1۔ جس طرح ستاروں سے آگے اور بھی دنیاؤں کی نشان دہی کی گئی ہے' اسی طرح عشق میں نئی دنیاؤں' نئی منزلوں اور نئی آزمائشوں کا سلسلہ بھی جاری و ساری رہتا ہے۔

2۔ بظاہر یہ آسمانی فضائیں زندگی سے خالی نظر آتی ہیں' لیکن فی الواقع ایسا نہیں ہے۔ اِن خلاؤں اور فضاؤں میں سینکڑوں کارواں اور قافلے چلتے ہوئے نظر آتے ہیں' جو زندگی سے بھرپور ہیں۔

3۔ محض اس عالمِ رنگ و بُو' جسے دنیا سے تعبیر کیا جاتا ہے' قناعت نہ کر' کہ اس سے آگے اور بھی بہت سی جیتی جاگتی اور زندگی سے معمور دنیائیں ہیں۔

4۔ اگر ایک آشیانہ کسی بھی وجہ سے ختم ہوگیا تو اُس کا غم واندوہ کرنا بے سُود ہے' اس لیے کہ آہ و فغاں اور غم واندوہ کے مقامات تو اور بھی ہیں۔

5۔ اے مسلمان! تُو تو شاہین صفت ہے' جس کا منصب پے بہ پے عروج و ترقی کی منزلیں طے کرنا ہے' اور یہ منزل ایک آسمان تک محدود نہیں' بلکہ اس کے علاوہ ایک کے اوپر ایک' کئی آسمان موجود ہیں۔ مُراد یہ ہے کہ انسان عروج وارتقاء کے مراحل سے گزرتا ہے تو اس کے لیے محض ایک حد نہیں' بلکہ وسیع امکانات موجود ہیں۔

6۔ اقبال کہتے ہیں کہ اے انسان' جو حدود تیرے سامنے بظاہر نظر آرہی ہیں' اُنہی میں اُلجھنے پر اکتفا نہ کر' اس لیے کہ اس کے علاوہ بھی زمان و مکان کی وسعتیں موجود ہیں جو تیری جولان گاہ ہیں۔ اُن کی تسخیر بھی تیرے فرائض میں شامل ہے۔

7۔ وہ دور ختم ہوا جب یہ دنیا اہلِ درد سے خالی ہوگئی تھی اور بقول اقبال' میری حکیمانہ باتیں سننے پر کوئی آمادہ نہیں ہوتا تھا' لیکن اب تو صورتِ حال بڑی حد تک مختلف ہے۔ یہاں کچھ ایسے اہلِ ذوق موجود ہیں جو میری باتیں سنتے اور سمجھتے ہیں' بلکہ میری حکمت و دانش' عقل و عشق کے رموز کے رازداں بھی ہیں۔

منبر و محراب

ماہِ صیام میں روح کی بالیدگی کا حد درجہ جامع پروگرام

دن کا روزہ، رات کا قیام

مسجد دار السلام' باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 6 اکتوبر 2006ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

(آیاتِ قرآنی کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد)

ماہ رمضان المبارک دوسرے عشرے میں داخل ہو چکا ہے۔ رمضان کی مناسبت سے آج ہم روزے کے متعلق گفتگو کریں گے۔ قرآن مجید میں روزے کی عبادت کا تفصیلی ذکر سورۃ البقرہ کے 23 ویں رکوع میں ہے۔ اس رکوع میں روزے کی حکمت' غرض و غایت' قرآن مجید کے ساتھ تعلق' اس کا اصل حاصل اور احکام اور اعتکاف کے مسائل جیسے موضوعات کو جمع کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا مناسب ہوگا کہ آج ہم اس رکوع کی چند آیات کا مطالعہ کریں۔ فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾

''مومنو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔ جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے۔ تاکہ تم پرہیز گار بنو''

اس آیت میں روزے کی فرضیت کا ذکر ہے۔ اور ترغیب و تشویق کے لیے فرمایا کہ روزہ صرف تمہی پر فرض نہیں کیا گیا ہے' بلکہ سابقہ اُمتوں پر بھی فرض تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی اکرم ﷺ تک جو دین بھیجا ہے وہ اصلاً ایک ہی ہے' یعنی دینِ توحید۔ اس کے اہم ارکان میں روزہ ہمیشہ سے شامل رہا ہے۔ البتہ عربوں کا معاملہ یہ رہا کہ اڑھائی ہزار سال ان پر ایسے گزرے کہ ان کے ہاں کوئی نبی اور رسول آیا ہی نہیں۔ چنانچہ وہ ان چیزوں سے بالکل ناواقف تھے۔

اس آیت میں روزے کا اصل حاصل اور مقصود بتایا گیا ہے' اور وہ تقویٰ ہے۔ فرمایا:

﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾

''تاکہ تم پرہیز گار بنو''

ہمارے دین میں تقویٰ کی بڑی اہمیت ہے۔ تقویٰ تمام خوبیوں اور بھلائیوں کی جڑ اور بنیاد ہے۔ اِس کا محل دل ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک بار قلب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

((اَلتَّقْوٰی هٰهُنَا)) (مسلم شریف)

''تقویٰ یہاں ہوتا ہے''

تقویٰ اِس احساس کا نام ہے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے' اور ایک دن اللہ کے حضور حاضر ہو کر مجھے اپنے ہر عمل کا حساب دینا ہے۔ یہ احساس پیدا ہوگا تو پھر انسان اپنے طرزِ عمل کو صحیح بنیادوں پر استوار کرے گا۔ تقویٰ ہوگا تو سارا عمل ٹھیک ہوگا۔ آدمی نماز پڑھے گا تو اس میں خشوع و خضوع ہوگا' شریعت پر نیک نیتی سے عمل کرے گا۔ ورنہ شریعت کو بھی بازیچۂ اطفال بنا لے گا' جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے۔ الغرض انسان کو صراطِ مستقیم پر گامزن رکھنے والی چیز تقویٰ ہے۔ یہ حقیقی کامیابی کے لیے ناگزیر ضرورت ہے۔ قرآن کا مطالعہ کریں' اہل جنت کے تذکرہ میں اُن کی صفت تقویٰ کا ذکر آیا ہے۔ گویا کامیابی کے لیے تقویٰ کو شرط قرار دیا گیا ہے۔ مثلاً

﴿اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ﴾ (آل عمران:133)

''(جنت) تیار کی گئی ہے' متقین کے لیے'' اور

﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا﴾ (النبأ:31)

''کامیابی متقین کے لیے ہے۔'' اور فرمایا:

﴿اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَعِیْمٍ﴾ (الطور:17)

''بے شک متقین جنت میں ہوں گے اور اللہ کی نعمتوں سے متمتع ہو رہے ہوں گے۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ﴾

(الذاریات:15)

''بے شک پرہیز گار بہشتوں اور چشموں میں (عیش کر رہے) ہوں گے۔''

تقویٰ کی پونجی حاصل کرنے کے لیے دیگر عبادات کے ساتھ ساتھ روزے کی عبادت فرض کی گئی ہے۔ روزہ اور قرآن کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ روزہ سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے' اور اہل تقویٰ ہی کے لئے قرآن مجید ہدایت اور رہنمائی کا سامان ہے۔ جیسے فرمایا:

﴿الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ ۛ فِیْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ﴾ (البقرہ)

''یہ وہ کتاب ہے جس (کے منجانب اللہ ہونے) میں کوئی شک نہیں' ہدایت ہے متقین کے لیے۔''

عام طور پر یہ اشکال اٹھایا جاتا ہے' کہ متقین تو پہلے ہی ہدایت یافتہ ہیں' انہیں ہدایت کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآنی ہدایت سے فائدہ اٹھانے کے لیے تقویٰ کی تھوڑی بہت پونجی کا ہونا ضروری ہے۔ جس شخص کے ضمیر میں زندگی کی تھوڑی سی رمق بھی ہو تو گویا اُس کے اندر تقویٰ کی کچھ نہ کچھ پونجی موجود ہے' اور وہی قرآن سے فائدہ اٹھا سکے گا۔

اگلی آیت کے آغاز میں فرمایا:

﴿اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ﴾

''(روزے) گنتی کے چند دن ہیں''

اس رکوع کی ابتدائی دو آیات کے بارے میں ایک رائے' جو علامہ انور شاہ کاشمیری کی رائے بھی تھی' یہ ہے کہ ان کا تعلق رمضان کے روزے سے نہیں ایام بیض کے روزوں کی فرضیت سے ہے' جو رمضان کے روزوں سے پہلے فرض ہوئے تھے۔ یعنی ہر قمری مہینے کی 13' 14 اور 15 تاریخ کے روزے۔ اِن روزوں کی غرض و غایت یہ تھی کہ لوگوں کو روزے کی عبادت سے مانوس کیا جائے' کیونکہ عرب روزہ سے مانوس نہیں تھے۔ چنانچہ ان تین دنوں کے حوالے سے یہ بات بڑی مناسب معلوم ہے کہ تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں۔ ''جو گنتی کے چند دن ہیں۔''

نبی اکرم ﷺ نے ان تین دن کے روزوں کی تاکید کی ہے۔ گو بعد میں جبکہ رمضان کے روزے فرض کر دیئے گئے' اُن کی فرضیت ختم ہو گئی' مگر اب بھی یہ سنت مؤکدہ کے درجے میں ہیں۔

اسی آیت کے اگلے حصہ میں فرمایا:

﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ......﴾

''تو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دُوسرے دنوں میں (روزوں کا) شمار پورا کرے۔''

یعنی تمہیں یہ رعایت دے دی گئی' کہ اگر ان تین دنوں میں کوئی شخص بیمار پڑ گیا یا اسے کوئی سفر درپیش ہو گیا تو روزہ چھوڑ سکتا ہے۔ لیکن دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرنی ہوگی۔ دوسری رعایت یہ کہ

﴿وَعَلَى الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهٗ فِدْیَةٌ طَعَامُ مِسْكِیْنٍ ؕ......﴾

''اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھیں (لیکن رکھیں نہیں) وہ روزے کے بدلے ایک محتاج کو کھانا کھلا دیں۔''

یہ گویا ایک روزے کا فدیہ تھا۔ البتہ بعد میں جب ماہ رمضان کے روزوں کی فرضیت کا حکم آیا تو یہ دوسری رعایت ختم ہو گئی۔

﴿فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ ؕ......﴾

''اور جو کوئی شوق سے نیکی کرے تو یہ اُس کے حق میں

زیادہ اچھا ہے۔"

یعنی جو کوئی اپنی آزاد مرضی سے زیادہ نیکی کا کام کرے۔ یعنی ایک مسکین کے بجائے دو یا چار مساکین کو کھلا دے تو یہ اُس کے لیے اور بہتر ہے۔ مگر یہ بات یاد رکھئے کہ

﴿ وَاَنۡ تَصُوۡمُوۡا خَيۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴾

"اور اگر سمجھو تو روزہ رکھنا ہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔"

اگر تم پر یہ بات منکشف ہو جائے کہ روزہ رکھنے میں کتنی خیر و برکت ہے تو تم اسے کبھی نہ چھوڑو۔ روزے کے یہ ابتدائی احکام ترغیب تشویق کے لیے ہیں' تاکہ لوگ روزے سے مانوس ہو جائیں۔ مسکین کو کھانا کھلانے کے حکم کو نبی اکرم ﷺ نے بعد میں صرف ایک صورت میں باقی رکھا۔ وہ یہ کہ کوئی شخص مرض الموت میں مبتلا ہو یا ایسے مہلک مرض کا شکار ہو جس سے شفایابی کی کوئی امید نہ ہو یا کوئی شخص اتنا ضعیف اور بوڑھا ہو کہ وہ روزہ نہ رکھ سکے' تو ایسے اشخاص کے لیے یہ گنجائش ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں' اور فدیہ کے طور پر ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں' لیکن اب کسی تندرست اور بالغ شخص کو یہ اجازت حاصل نہیں کہ وہ روزہ رکھنے کی بجائے مسکین کو کھانا کھلا دے۔

اب آگے ماہ رمضان المبارک اور اُس کے روزوں کی فرضیت کا ذکر آ رہا ہے۔ فرمایا:

﴿شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِىۡۤ اُنۡزِلَ فِيۡهِ الۡقُرۡاٰنُ﴾

"رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔"

پہلے ماہ رمضان کا تعارف ہو رہا ہے۔ اسے بقیہ مہینوں پر قیاس نہ کرنا' کیونکہ اس کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی عظیم نعمت نازل ہوئی ہے کہ زمین کے اوپر اور اس سے نیچے اس جیسی کوئی نعمت اور اس سے زیادہ فضیلت والی کوئی شے نہیں ہے۔ یہ نعمت اللہ تعالیٰ کا کلام قرآن حکیم ہے۔ اور قرآن کیا شے ہے۔

﴿هُدًى لِّلنَّاسِ ﴾

"یہ نوع انسانی کے لیے ہدایت ہے۔"

اور ہدایت ہی وہ سرمایہ ہے جس کی ہم نماز کی ہر رکعت میں دُعا مانگتے ہیں'

﴿اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۝﴾

"(اے اللہ) تو ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت دے دے"

دنیا کی زندگی میں انسان کی سب سے بڑی ضرورت ہدایت ہے۔ اس ضرورت کو اللہ نے قرآن کی شکل میں پورا فرمایا۔ یہ وہ ہدایت نامہ ہے جو پوری نوع انسانی کے لیے ہے۔ اور یہ ہدایت کی روشن دلیلوں پر مشتمل ہے۔ اس میں ہدایت کو ہر انداز سے واضح کیا گیا' تاکہ ہر شخص جس میں ذرا بھی طلب ہو' وہ اس کی ہدایات سے فائدہ اٹھا سکے۔

قرآن حکیم کی ایک اور اہم صفت یہ ہے کہ

﴿وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الۡهُدٰى وَالۡفُرۡقَانِ ...... ﴾

"اور (قرآن میں) ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور (یہ حق اور باطل کو) الگ الگ کرنے والا ہے۔"

اسی سے معلوم ہوگا کہ کیا حق ہے اور کیا باطل ہے؟ یہ پیمانہ ہے جس پر ہر شے کو پرکھا جائے گا کہ کیا چیز درست ہے' کیا غلط ہے؟ کون سا نظریہ درست ہے' کون سا فلسفہ غلط ہے؟ کون سا طرز عمل درست ہے' کون سا غلط۔

یہ رمضان اور قرآن کا تعارف تھا۔ اب اگلے حصے میں ماہ صیام کے روزے کا حکم بایں الفاظ دیا گیا:

﴿ فَمَنۡ شَهِدَ مِنۡكُمُ الشَّهۡرَ فَلۡيَصُمۡهُ ...... ﴾

"تو (اے مسلمانو!) تم میں سے جو کوئی اس مہینے کو پائے' اس پر فرض ہے کہ اس ماہ کے روزے رکھے۔"

یہ ہے صیام رمضان کی فرضیت کا واضح حکم۔ ماہ رمضان کے روزے ہر عاقل و بالغ پر فرض ہیں' خواہ وہ دنیا کے کسی بھی حصے میں رہتا ہو۔ نابالغ شخص پر یا جو ذہنی طور پر بیمار اور عقل سے محروم ہو' روزے فرض نہیں ہیں۔

یہاں جو اسلوب اختیار کیا گیا' اس سے ایک سوال خود بخود پیدا ہونا چاہیے' کہ روزے کی عبادت کے لیے خاص اسی مہینے کو کیوں منتخب کیا گیا جس میں قرآن نازل ہوا۔ اِس سے واضح ہوتا ہے کہ رمضان اور قرآن میں لازماً کوئی ربط اور تعلق ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ روزے کی عبادت اور قرآن میں کوئی قدر مشترک ضرور ہے۔ اِسی تعلق کا مظہر یہ ہے کہ رمضان میں ایک پروگرام دیا گیا ہے یعنی دن کا روزہ' رات کا قیام۔ اور یہ رات کا قیام اور رت جگا قرآن کے ساتھ ہوگا' تاکہ بندۂ مومن کا وقت قرآن مجید کے ساتھ گزرے۔ وہ قرآن پڑھے اور سنے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے اُس خطبے میں جو آپؐ نے شعبان کی آخری تاریخ کو دیا' ارشاد فرمایا:

((جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهٗ فَرِيۡضَةً وَقِيَامُ اللَّيۡلِ تَطَوُّعًا))

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

"اللہ تعالیٰ نے اس مہینے میں دن کے اوقات میں روزہ رکھنا فرض قرار دیا اور راتوں کو (قرآن کے ساتھ) کھڑا رہنا تمہاری مرضی پر چھوڑا ہے"

اگرچہ رات کا قیام فرض تو نہیں ہے لیکن اس کی بڑی ترغیب ہے' کیونکہ رمضان کا پروگرام دن کے روزے اور رات کے قیام کے ساتھ ہی مکمل ہوتا ہے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیام اللیل کی بڑی فضیلت ہے

((عَنۡ اَبِىۡ هُرَيۡرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ مَنۡ صَامَ رَمَضَانَ اِيۡمَانًا وَّاحۡتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡبِهٖ)) (متفق علیہ)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے رمضان کے مہینے میں روزے رکھے ایمان کی حالت میں اور اللہ سے اجر کی اُمید کے ساتھ' اس کے تمام سابقہ گناہ بخش دیے جائیں گے۔"

پریس ریلیز

صدر مشرف کی خودنوشت ''ان دی لائن آف فائر'' دراصل امریکہ کی نظروں میں سرخرو ہونے کی ایک کوشش ہے۔

حافظ عاکف سعید

صدر مشرف کی خودنوشت ''ان دی لائن آف فائر'' دراصل امریکہ کی نظروں میں سرخرو ہونے کی ایک کوشش ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں خطاب جمعہ کے اختتام پر کہی۔ انہوں نے کہا کہ صدر پرویز مشرف نے جس طرح اقتدار میں آتے ہی کتے گود میں لے کر دنیا کو اپنے سیکولر ہونے کا پیغام دیا تھا' اسی طرح اس کتاب میں اپنے بچپن کے بعض واقعات کے ذریعے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ امریکہ کو ان سے زیادہ آزاد خیال آدمی نہیں مل سکتا۔ انہوں نے کہا کہ صدر مشرف نے اس کتاب کے ذریعے اپنا کیس مضبوط کرنے کی کوشش کی ہے لیکن بعض قومی راز افشاء کر کے پاکستانی قوم کے کیس کو خاصا کمزور کر دیا ہے۔ اسی طرح محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر کی تذلیل کرنے اور خود کو ہیرو بنا کر پیش کرنے پر پوری پاکستانی قوم رنجیدہ اور شرمسار ہے۔ حافظ عاکف سعید نے کہا کہ افغانستان میں قائم ہونے والی اسلامی حکومت کے خاتمے اور اپنے مسلمان افغان بھائیوں کے گلے کٹوانے پر جس طرح کریڈٹ لینے کی کوشش کی گئی ہے وہ دینی حمیت وغیرت اور انصاف کے مروجہ اصولوں کا خون کرنے کے مترادف ہے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ جہاں تک صدر کے بعض ذاتی واقعات اور معاملات کا تعلق ہے ان کے لیے ہر شخص انفرادی طور پر خود اللہ کے سامنے جواب دہ ہے' لہٰذا ایسے واقعات پر تبصرہ مناسب نہیں۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت' تنظیم اسلامی' پاکستان)

اور فرمایا:

((وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ)) (متفق علیہ)

"جس شخص نے رمضان کے مہینے میں روزے رکھے ایمان کی حالت میں اور اللہ سے اجر کی اُمید کے ساتھ اس کے (بھی) تمام سابقہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔"

یہ ہے روزے اور قرآن کا باہمی تعلق۔ پہلی آیت سے معلوم ہوا کہ روزے کے نتیجے میں تقویٰ پیدا ہوگا' اور تقویٰ کی پونجی لے کر آپ رات کو قرآن سنیں' قرآن کی ہدایت کو اپنے اندر جذب کریں' تو اب ہدایت کا بیج پورے طور پر برگ و بار لائے گا۔ دن کا روزہ اور رات کا قیام بالقرآن' روح کی بالیدگی اور تقویت کا ایک بھرپور پروگرام ہے۔ اِس سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے' جو اصل میں روح کی بیداری ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ہمارا جسم دو چیزوں سے مرکب ہے۔ یہ دو چیزیں ہیں جسم اور روح۔ مادی جسم مٹی سے بنا ہے۔ اس نے مٹی ہی میں دفن ہو جانا ہے' اور یہیں سے اسے دوبارہ اٹھایا بھی جائے گا' لیکن اس میں ایک شے جو باہر سے آئی ہے' وہ روح ہے۔ اس کا تعلق عالم امر سے ہے۔

﴿ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝﴾ (بنی اسرائیل)

"کہہ دو کہ روح میرے پروردگار کی ایک شان ہے اور تم لوگوں کو (بہت ہی) کم علم دیا گیا ہے۔"

روح انسان کے شرف کی بنیاد ہے۔ بالعموم روح کی ضروریات کا ہمیں احساس نہیں ہوتا۔ ہم اپنے جسمانی تقاضوں کی بڑی فکر کرتے ہیں۔ بھوک اور پیاس لگی ہو تو حلال و حرام کی تمیز کیے بغیر جسم کی ضروریات پوری کرتے ہیں۔ بیماری لاحق ہو' کوئی جلدی مرض پیدا ہو گیا ہو تو فوراً ڈاکٹر سے رجوع کرتے ہیں۔ کئی قسم کے ٹیسٹ کرواتے ہیں مگر ہمیں روح کی کوئی فکر نہیں ہوتی جو اس خاکی پنجرے کے اندر جکڑی ہوئی ہے۔ روزہ کا مدعا روح پر سے جسم کی گرفت کو ڈھیلا کرنا ہے' تاکہ وہ بیدار ہو' اس کو ہوش آئے' اور جب روح بیدار ہو تو اس کو اس کی بہترین غذا فراہم کی جائے' جس کے باعث اس کے اندر بالیدگی' ترقی اور ترفع ہو' اس کو تقویت حاصل ہو۔ روح کی بہترین غذا کیا ہے؟ یہ غذا اللہ کا کلام ہے۔ قرآن حکیم ہی سے اس کے اندر قوت پیدا ہوگی' وہ زندہ' مضبوط اور توانا ہوگی' اور وہ اپنی اصل کی طرف رجوع کرے گی۔

آگے روزہ کی قضا کا قاعدہ بیان ہوا ہے۔ فرمایا:

﴿وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۫.....﴾

"اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں (روزہ رکھ کر) اُن کا شمار پورا کر لے۔ اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا۔"

اس سے پہلے دو رعایتیں دی گئی تھیں۔ ان میں سے ایک کو رمضان کے روزے کے معاملے میں بھی برقرار رکھا گیا۔ وہ یہ کہ جو کوئی حالت سفر میں ہو یا بیمار ہو' وہ روزہ چھوڑ سکتا ہے' لیکن ضروری ہے کہ وہ دوسرے دنوں میں روزہ رکھ کر گنتی پوری کرے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سہولت ہے' کیونکہ وہ تمہارے ساتھ آسانی اور نرمی چاہتا ہے' تم پر سختی نہیں کرنا چاہتا' وہ تمہیں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا کہ بیمار ہو' تب بھی روزہ رکھو۔ سفر میں ہو تب بھی رکھو۔ نہیں' ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اسے انسان کی کمزوریاں اور limitations معلوم ہیں۔ ان کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور ان کی رعایت کرتے ہوئے اس نے یہ احکام دیئے ہیں۔ اور تمہیں چاہیے کہ تم تعداد پوری کرو۔ یعنی مہینہ انتیس دن کا ہے تو 29 روزے پورے کرو اور اگر تیس کا ہے تو تیس روزے پورے ہونے چاہئیں۔ آگے فرمایا:

﴿وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝﴾

"اور (یہ آسانی کا حکم) اس لئے (دیا گیا ہے) کہ روزوں کا شمار پورا کرلو اور اس احسان کے بدلے کہ اللہ نے تم کو ہدایت بخشی ہے تم اُس کی بڑائی کرو اور تاکہ تم اُس کا شکر ادا کرو۔"

جس طرح بغیر پیاس کے کوئی پانی پیش کر دے' تو نعمت کا احساس نہیں ہوتا۔ اسی طرح اس روزے کی عبادت اور قرآن کے باہم تعامل سے تم گزرو گے تو اس نعمتِ ہدایت کی عظمت کا ہمیں احساس ہوگا۔ پھر اندر کی پیاس یعنی ہدایت کی طلب پیدا ہوگی اور اس حالت میں جب آیات قرآنی کا فیضان ہوگا تو تم صحیح معنوں میں شکر ادا کرو گے۔

یہ ہے ماہ رمضان المبارک کا دو آتشہ پروگرام۔ اس پروگرام کے نتیجے میں جب روح بیدار ہوگی تو وہ اپنی اصل کی طرف متوجہ ہوگی۔ چنانچہ اگلی آیت میں فرمایا:

﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ .....﴾

"اور (اے پیغمبر) جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو (کہہ دو کہ) میں (تمہارے) پاس ہوں۔ جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اُس کی دعا قبول کرتا ہوں۔"

جب میرے بندے آپؐ سے میرے بارے میں پوچھیں کہ اللہ کہاں ہے' اُس کا قرب کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے' اس کو کیسے راضی کرنا ہے' ہم اُسے کیسے پکاریں' تو آپ بتا دیجئے کہ میں ان کے بالکل قریب ہوں۔ اور ہر پکارنے والے کی پکار اور دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں۔ جب بھی اور جہاں بھی مجھے پکارے گا۔

اللہ نے کہہ دیا کہ میرے اور بندے کے درمیان کوئی دربان نہیں ہے کہ اُس کی مٹھی گرم کرو گے تو بات مجھ تک پہنچے گی' اور نہ ہی ایسی بات کو ہے کہ اگر تم انتہائی گناہ گار اور سیاہ کار ہو تو مجھ سے ہم کلام ہونے کی جرأت نہ کرنا۔ بلکہ میرے بندو مجھے پکارو' میں تمہاری پکار سنتا ہوں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر رات کے آخری حصے میں آسمان دنیا سے یہ ندا لگاتا ہے کہ ہے کوئی مجھے پکارنے والا کہ میں اُس کی دُعا قبول کر لوں؟ ہے کوئی مجھ سے مانگنے والا کہ میں اُس کی جھولی بھر دوں؟ ہے کوئی استغفار کرنے والا کہ میں اسے معاف کر دوں؟ ظاہر ہے کہ اللہ کی طرف سے یہ پکار تبھی سنائی دیتی ہے' جب روح اس طرف متوجہ ہو۔ اِس لیے فرمایا:

﴿ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝﴾

"تو اُن کو چاہیے کہ میرے حکموں کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ نیک راستہ پائیں۔"

جب اللہ کی ذات اس قدر مہربان ہے تو تمہارا بھی فرض بنتا ہے کہ اس کریم اور رحیم رب کا کہنا مانو' اس کی اطاعت کرو' اس کی بندگی کو اختیار کرو۔ اور اس کی ذات پر ایمان اور یقین کامل رکھو' تاکہ راہ یاب ہو سکو۔

اب آخر میں روزے اور قرآن کے تعلق سے ایک اور حدیث ملاحظہ کیجئے۔ حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ ہیں۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

"روزہ اور قرآن بندے کے حق میں سفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا' اے پروردگار! میں نے تیرے اس بندے کو کھانے پینے اور شہوت سے روکے رکھا۔ پس اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما لے۔ اور قرآن یہ کہے گا' اے پروردگار! میں نے اسے رمضان کی راتوں میں سونے سے روکے رکھا' لہٰذا اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما لے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کی سفارش قبول فرما لے گا۔" (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

یہ ہے دن کے روزہ رات کے قیام بالقرآن کا باہمی تعلق۔ اور یہ سمجھ لیجئے کہ قیام اللیل کا تقاضا تراویح میں ایک گھنٹہ یا پونے گھنٹہ کھڑا رہنے سے پورا نہیں ہوتا۔ قرآن کہہ رہا ہے کہ میں نے اس بندے کو رات کو سونے سے روکے رکھا' جبکہ ہمارا حال یہ ہے کہ ہم تقریباً نو بجے تراویح سے فارغ ہو جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس سے قیام اللیل کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

تراویح کا موجودہ نظام جو حضرت عمرؓ نے دیا تھا' اس کی غرض یہ تھی کہ کوئی شخص بھی قرآن سننے سے بالکل ہی محروم نہ رہے۔ کیونکہ بہت سے محنت کش ایسے ہوتے ہیں جو روزے میں دن بھر کی مشقت کے بعد رات کو زیادہ دیر نہیں جاگ سکتے۔ بہر حال شب بیداری کا تقاضا ہے کہ رات کا ایک قابل ذکر حصہ' کم از کم ایک تہائی رات قرآن کے ساتھ جاگتے ہوئے گزاری جائے۔ تب قرآن کی شفاعت کے آپ مستحق ہوں گے۔

الحمد للہ' محترم ڈاکٹر اسرار احمد حفظہ اللہ نے پچھلے بائیس سال سے نماز تراویح کے ساتھ پیغام قرآنی کو عام کرنے کی ایک کوشش کی ہے۔ نماز کے ساتھ اِس مقصد کے لئے دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگرام ہوتے ہیں' تاکہ تراویح کے ساتھ قرآن مجید کا ترجمہ اور مختصر تشریح ذہن نشین کی جائے۔ اِس طرح رمضان کی رات کا ایک قابل ذکر حصہ قرآن مجید کے ساتھ گزرے اور اس مہینے کی اصل برکات یعنی دن کے روزہ اور رات کے قیام بالقرآن میں سے کچھ نہ کچھ حصہ ہمیں بھی مل جائے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ماہ رمضان کی مبارک ساعتوں سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(مرتب: فرقان دانش خان)

جنگ اور صلح فوجی اندازکی

وزیرستان کا حالیہ معاہدہ دیر آید درست آید کا مصداق ہے

تحریر: ایاز امیر　　ترجمہ: سردار اعوان

پاکستانی فوج ہی وزیرستان کا قضیہ پیدا کر سکتی تھی۔ دوسری کوئی طاقت رعونت اور ناسمجھی کی ایسی مثال پیش کرنے کے لائق دکھائی نہیں دیتی۔ شمالی وزیرستان کے بارے میں معاہدہ کر کے پاکستانی فوج نے جو غیر معمولی قلابازی کھائی ہے اس کا صاف اور سیدھا مطلب نئے طالبان کے حق میں پسپائی اختیار کرنا ہے، جس کا کسی سول حکومت کے لیے بات کرنا بھی بعید از قیاس ہوتا، ایسی شعبدہ بازی، پہلے بلاوجہ آگ لگانا اور جب اس کے شعلے بلند ہونے لگیں تو اسے بجھانے کے لیے بھاگ کھڑے ہونا...... کیا فوج یہ لگائی بجھائی جیسے کام ہی کرے گی۔

معاہدہ کی رو سے فوج چیک پوسٹیں خالی کر دے گی، قیدیوں کو رہا کرے گی، اسلحہ واپس کیا جائے گا اور کسی پختون کے لیے عزیز از جان جو شے ہو سکتی ہے، اُس کے نقصان کی تلافی کا وعدہ بھی کیا گیا ہے۔ پختون ایک عمدہ اور باوقار ہستی کا مالک اور وعدہ پورا کرنے والا ہوتا ہے لیکن پیسے کی اہمیت بھی جانتا ہے، سُودی کاروبار میں شائی لاک کو بھی مات دے سکتا ہے۔ فوج کو اس کا کتنا معاوضہ ادا کرنا پڑے گا، ہمیں نہیں معلوم لیکن اتنا معلوم ہے کہ یہ معاوضہ ''بھرپور'' ہوگا۔ وزیری اور محسود طالبان نے فوج کو زیر کر لیا ہے تو کم پر راضی نہیں ہوں گے۔

اس کے عوض طالبان نے سرحد پار افغانستان میں حملے ختم کرنے کی ہامی بھری ہے۔ یہ بھی طے پایا ہے کہ علاقہ کے اندر متوازی انتظامیہ نہیں ہوگی اور حکومتی عملداری قائم ہوگی۔ اس کے باوجود کہ شمالی اور جنوبی وزیرستان سے فوج واپس اپنی دفاعی پوزیشنوں پر آ گئی ہے اور جنگجوؤں کو وہاں مکمل کنٹرول حاصل ہے اور اس سے زیادہ ہو بھی نہیں سکتا' مگر یہ الٹی زقند زمینی حقائق پر مبنی ہے۔ فوج کا بھاری تعداد میں مورچہ بند ہونے کے باوصف طالبان کی طرف سے مزاحمت جی ایچ کیو کے اندازوں سے بڑھ کر ثابت ہوئی۔ فوج کا نقصان زیادہ ہوا' شاید ناقابل برداشت۔ صحیح تعداد کا شاید کبھی پتہ نہ چلے۔ کیونکہ پاکستانی فوج ناپسندیدہ واقعات کو منظر عام پر لانا اچھا نہیں سمجھتی۔ اگر کارگل میں جنرل پرویز مشرف کی کسی بیرونی طاقت کے خلاف (اندرون ملک لاتعداد ہیں) پہلی اور آخری جنگی مہم کے نقصانات کا ابھی تک کسی کو علم نہیں ہو سکا تو وزیرستان کا اتنی جلدی کہاں معلوم ہوگا۔

اس تصادم کے ضمن میں کیا یہ ستم ظریفی کم ہے کہ جنرل اورکزئی جنھوں نے بطور کور کمانڈر پشاور وزیرستان میں فوج کی قیادت کی تھی انھوں نے ہی اب بطور گورنر سرحد یہ معاہدہ پروان چڑھایا ہے۔ (درمیان کا عرصہ جنرل صفدر حسین کے کارناموں پر مشتمل ہے۔ وہ بھی بڑھ چڑھ کر باتیں بنانے میں کسی سے کم نہیں ہیں۔) جنرل اورکزئی جنرل کی نسبت ایک اچھے سفارت کار ثابت ہوئے ہیں۔ گویا پاکستانی فوج اپنے

> **وزیرستان معاہدہ کے اچھے اور برے پہلوؤں کا جائزہ لیں تو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ بحیثیت مجموعی یہ اچھا معاہدہ ہے۔ اس نے فوج کو ایک ایسی جنگ سے نجات دلا دی' جس کا جیتنا محال تھا**

کام میں اتنی مہارت نہیں رکھتی' جتنی دوسرے کاموں میں رکھتی ہے۔ تاہم دیر آید درست آید، اب بھی غنیمت ہے کہ تھوڑے میں ہی گلوخلاصی ہوگئی' بشرطیکہ جی ایچ کیو بھی اس پر قناعت کرلے۔

اس معاہدہ کے اچھے اور برے پہلوؤں کا جائزہ لیں تو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ بحیثیت مجموعی یہ اچھا ہوا ہے۔ اس نے فوج کو ایک ایسی جنگ سے نجات دلا دی' جس کا جیتنا محال تھا ورنہ فوج میں ایسی تعلیم کی کمی نہیں جس کی رو سے ناکامی کو تقویت دینے پر زور دیا جاتا ہے۔ اگر حماقت کر بیٹھیں جیسا کہ امریکیوں نے عراق میں کی ہے یا اس سے پہلے ویت نام میں کی تھی تو بہتر ہے اپنی جیت کا اعلان کر کے وہاں سے باہر نکل جائیں۔

جنرل مشرف نے یہی کچھ کیا ہے اور یہی کچھ امریکیوں کو عراق میں کرنا چاہیے' اگر کچھ بھی عقل ہے۔ بہر حال بہتر یہی ہے کہ پاگلوں والے کام نہ ہی کریں بجائے اس کے کہ بعد میں اس کے لیے جواز فراہم کرتے رہیں۔

یاد رہے کہ وزیرستان کی صورتِ حال 1980ء کی دہائی سے جوں کی توں برقرار تھی' جب روس کے خلاف افغان جہاد میں یہ علاقہ بھی سرگرم عمل تھا۔ بعد میں جب امریکہ کا مقصد پورا ہو گیا اور اس نے ویت نام میں اپنی شکست کا بدلہ چکا لیا تو افغان جہاد بھی اپنے انجام کو پہنچ گیا مگر افغانستان میں موجود عرب اور دیگر مجاہدین کے لیے کوئی جائے پناہ باقی نہ رہی۔ کیونکہ جہاں سے انھیں لایا گیا تھا' وہاں اسلامی جہاد کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ لہٰذا وہ یہیں وزیرستان میں پھنس کر رہ گئے اور بعض نے یہیں شادی کرلی۔ اب اگر امریکہ بہادر طالبان کو ختم کر کے اور ان کی جگہ کرزئی کی پٹھو حکومت لانے کے باوجود افغانستان میں شکست سے دوچار ہے تو اس میں ان عرب، چیچن یا ازبک مجاہدین کا کیا قصور ہے جنھیں امریکہ نے اپنا مقصد نکال کر دربدر کر دیا تھا۔ طالبان کے بارے میں یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ وہ اب قصۂ ماضی بن چکے ہیں مگر ایسا نہ ہو سکا بلکہ صاف دکھائی دے رہا ہے کہ افغانستان روس کی طرح امریکہ کا بھی قبرستان ہوگا۔ اس نئے جہاد کا الزام پرانے جہادیوں کے سر تھوپنے کی بجائے یہ دیکھیں کہ اصل ذمہ دار کون ہے۔ امریکہ جس سے کسی خیر کی توقع نہیں اس نے پاکستانی فوج کو وزیرستان میں دھکیل کر جو آگ بھڑکائی تھی اس کے نتیجہ میں قبائلی عوام کے اندر طالبان کے لیے ہمدردی کا جذبہ پیدا ہونا غیر معمولی بات نہیں تھی۔

ضروری تھا کہ ہم عراق سے سبق حاصل کرتے کہ ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' سے پُرتشدد کارروائیوں میں اضافہ ہوتا ہے، کمی نہیں۔ ہم نے سبق تو حاصل کیا مگر قیمت ادا کر کے۔ پرانا قبائلی نظام صدیوں سے چل رہا تھا' جسے ہم نے تہس نہس کر دیا۔ حکومت نواز قبائلی سردار قتل ہو گئے۔ فوج بددل ہے، صلح جوئی کے جذبات سرد ہو گئے اور طاقت طالبان کے ہاتھ میں آ گئی۔

صدر مشرف نئے نئے شگوفے چھوڑتے رہتے ہیں۔ نیا شگوفہ انھوں نے یہ چھوڑا ہے کہ القاعدہ کی نسبت اب طالبان زیادہ خطرناک ہیں لیکن ساتھ ہی وزیرستان میں طالبان کے ساتھ معاہدہ کر کے انھیں مضبوط بھی کر رہے ہیں۔ یہ بجا ہے کہ پاکستان میں تصادم کی کیفیت ہے

مگر غلط کارروائیوں کی وجہ سے حالات مزید خراب ہوئے ہیں۔ بھاری طاقت کا استعمال عراق میں کامیاب نہیں ہوا' افغانستان میں کامیاب نہیں ہوا۔ اور یہی نتیجہ ہمارے ہاں برآمد ہوا ہے۔ وزیرستان کے قبائل پچاسی سال سے زائد عرصہ ہوا' سرحد کی حفاظت کر رہے تھے۔ 1947ء میں انھوں نے کشمیر میں جا کر ایک علاقہ خالی کرانے میں مدد دی۔ اب دوبارہ حالات کو معمول پر لانے اور اعتماد کی بحالی کے لیے ایک عرصہ درکار ہوگا۔

امید کرنی چاہیے کہ ماضی کی غلطیاں نہیں دہرائی جائیں گی۔ اگرچہ میں ابھی یہ سطریں تحریر کر رہا تھا تو ایک خبر یہ بھی تھی کہ ایک جنرل کے مطابق اگر ضرورت پیش ہوئی تو فوج اب بھی محدود کارروائی کر سکتی ہے۔ حالانکہ پہلی مرتبہ جب فوج اس علاقہ میں داخل ہوئی تھی تو ''محدود کارروائی'' ہی مقصد بیان کیا گیا تھا مگر اس کا نتیجہ سب کے سامنے ہے۔ وزیرستان میں اب ہمیں پنی عقل استعمال کرنی چاہیے اور امریکہ سے معافی لے لینی چاہیے۔

(انگریزی روزنامہ ''ڈان'' میں شائع ہونے والے مضمون WAR AND PEACE ARMY STYLE کا اردو ترجمہ)

✿✿ ضرورت رشتہ ✿✿

☆ راولپنڈی میں مقیم دینی گھرانے کی 42 سالہ خلع یافتہ خاتون کے لئے دینی مزاج کا حامل موزوں رشتہ درکار ہے۔ بچوں والے رابطہ نہ کریں۔

برائے رابطہ: 042-6373308

☆☆☆

☆ لندن میں مقیم 48 سالہ گونگے بہرے شخص کے لئے موزوں گونگا بہرہ رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: سردار اعوان 042-5869501-3

☆☆☆

☆ لاہور میں مقیم پٹھان فیملی کی 27 سالہ ایم۔ اے اسلامیات لڑکی کے لئے دینی مزاج کا حامل موزوں رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: جاوید خان 0333-4557354

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ رفیق تنظیم اسلامی جناب محمد علی کورائی کے ماموں کا انتقال ہوگیا ہے۔

☆ حلقہ بالائی سندھ کے مبتدی رفیق جناب نعیم راجہ کلسی کے والد قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔

قارئین ندائے خلافت اور رفقاء احباب سے مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل کی جاتی ہے۔

افکار معاصر

سرکاری خودداری......آخر ہوا کیا ہے؟

بی بی سی اُردو ڈاٹ کام سے ماخوذ

وسعت اللہ خان

سرکاری بیانات پر اگر یقین کر لیا جائے تو پاکستان ایک خوددار ملک ہے۔ ملک کی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کی طرف اگر کوئی میلی آنکھ سے دیکھے تو آنکھ نکالنے کا عزم ظاہر کیا جاتا ہے۔ اصولوں پر ہرگز سودے بازی نہیں ہوتی۔ ملکی سالمیت کا اندرونی اور بیرونی طور پر تحفظ پاکستانی اسٹیبلشمنٹ کا محور ہے۔ بار بار یہ بھی یاد دلایا جاتا ہے کہ پاکستان آبادی کے لحاظ سے دنیا کا دوسرا بڑا اور پہلا مسلمان ایٹمی ملک ہے اور اس ناطے عالمِ اسلام کی قیادت کا پوری طرح اہل ہے۔ لیکن جب امریکہ اچانک سے بیچ میں آجائے تو پھر تصویر بدل جاتی ہے۔

ایمل کانسی کی گرفتاری کے بعد امریکی ریاست ورجینا کا ایک معمولی سا اٹارنی اٹھ کر یہ کہہ دے کہ یہ لوگ وقت پڑنے پر ماں کو بھی فروخت کر سکتے ہیں تو اس کے بعد یہ خبر دیکھنے کو آنکھیں ترس جاتی ہیں کہ پاکستانی سفیر کو صلاح مشورے کے نام پر ہی سہی لیکن اسلام آباد واپس بلا لیا گیا ہے۔

اگر اخبار واشنگٹن پوسٹ ایسا کارٹون چھاپ دے جس میں پاکستان کو دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ایک وفادار کتے کے طور پر شاباش دی جا رہی ہے تو حکومت اخبار کے خلاف توہین اور ہرجانے کا مقدمہ دائر کرنے کی دھمکی تو ضرور دیتی ہے لیکن یہ مقدمہ کبھی دائر نہیں ہوتا۔

پاکستان کے قبائلی علاقے باجوڑ میں اٹھارہ عام شہری امریکی میزائل حملے کا نشانہ بن جاتے ہیں۔ جس کے بعد حکومت یہ کہتی ہے کہ امریکی سفیر کو وزارتِ خارجہ طلب کر کے جھاڑ پلائی گئی ہے۔ لیکن بعد میں یہی حکومت اعتراف کرتی ہے کہ امریکی سفیر کو طلب نہیں کیا گیا تھا بلکہ کسی سرکاری ملاقات کے دوران پاکستان کی تشویش سے آگاہ کیا گیا تھا۔

اکثر خبریں آتی ہیں کہ نیویارک کے جان ایف کینیڈی ایئر پورٹ پر کسی پاکستانی وزیر یا اعلیٰ افسر کی جوتے اتروا کر تلاشی لی گئی۔ آج تک کسی امریکی اہلکار کی کسی پاکستانی ایئر پورٹ پر تلاشی نہیں ہوئی۔ بلکہ امریکی صدر کے دورے کے موقع پر ایئر پورٹ اور ٹریفک کا انتظام تک امریکی سیکرٹ ایجنٹوں کے حوالے ہو جاتا ہے۔

جیکب آباد ایئر پورٹ امریکیوں کے حوالے کرنے کا معاملہ پاکستانی اقتدارِ اعلیٰ کے لیے سوالیہ نشان نہیں بنتا لیکن جب کوئی مقامی صحافی اس ایئر پورٹ کی تصاویر بنانا چاہتا ہے تو وہ تین ماہ کے لیے غائب ہو جاتا ہے۔ وزیرستان میں صحافی حیات اللہ جب ایک مکان پر گرنے والے امریکی میزائل کے ٹکڑوں کی تصویر بناتا ہے تو وہ بھی غائب ہو جاتا ہے اور سات ماہ بعد اس کی لاش ملتی ہے۔

11 ستمبر 2001 کی شام تک پاکستان کی جانب سے تسلیم شدہ طالبان حکومت کے سفیر ملا ضعیف کو امریکی سیکیورٹی ایجنٹ آنکھوں پر پٹی باندھ کر پاکستانی فوجی افسروں کے سامنے مارتے ہوئے ہیلی کاپٹر میں بٹھا کر اڑ جاتے ہیں اور کوئی یہ نہیں کہہ پاتا کہ یہ سفیر ہمارا مسلمان تھا۔ اسے کم از کم ہمارے سامنے تو مت مارو۔

صدر پرویز مشرف نے اس ہفتے ایک امریکی چینل کو انٹرویو دیتے ہوئے تصدیق کی کہ گیارہ ستمبر کے واقعے کے بعد امریکی نائب وزیر خارجہ رچرڈ آرمیٹج نے الٹی میٹم دیا کہ پاکستان نے اگر امریکہ کا غیر مشروط ساتھ نہ دیا تو اس ملک کو بمباری کر کے پتھر کے زمانے میں پہنچا دیا جائے گا۔ یہ دھمکی اس پاکستان کو دی گئی تھی جس نے پچاس کے عشرے میں سوویت یونین کے خلاف امریکہ کو فضائی جاسوسی کی سہولیات اور اسی کے عشرے میں جنگ افغانستان میں امریکہ کا بھرپور ساتھ دے کر اپنی سالمیت کو داؤ پر لگا دیا تھا۔

انٹرویو لینے والے نے صدر مشرف سے پوچھا کہ کیا انہیں رچرڈ آرمیٹج نے خاص تلخ بات کی تھی۔

رچرڈ آرمیٹج اس دھمکی کے بعد بھی امریکی نائب وزیر خارجہ کے طور پر کئی ماہ پاکستانی مہمان نوازی کا لطف اٹھاتے رہے۔

✿✿✿✿✿

رمضان المبارک کو قیمتی بنائیے!

شیخ عمر فاروق

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ))
(متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے ایمان اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے رمضان کے روزے رکھے' اس کے سابقہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔"

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ))
(متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے ایمان اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے رمضان میں قیام اللیل (نماز تراویح) کا اہتمام کیا' اس کے (بھی) سابقہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔"

اب ذیل میں الفاظ کی تشریح کی جا رہی ہے:

صوم

صوم صَامَ يَصُوْمُ سے مصدر ہے۔ امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "الصوم" کے اصل معنی کسی کام سے رک جانے اور باز رہنے کے ہیں' خواہ اس کا تعلق کھانے پینے سے ہو یا چلنے پھرنے یا گفتگو کرنے سے۔ اسی بنا پر گھوڑا چلنے سے رک جائے یا چارہ نہ کھائے' اسے بھی صائمۃ کہا جاتا ہے۔" شاعر نے کہا ہے:

"خَيْلٌ صِيَامٌ وَّاُخْرٰى غَيْرُ صَائِمَةٍ"
"کچھ گھوڑے اپنے تھان پر کھڑے ہیں اور دوسرے میدان جنگ میں ہیں۔"

اور ہوا کے ساکن ہونے اور دوپہر کے وقت پر بھی صوم کا لفظ بولا جاتا ہے' اسی تصور پر کہ اس وقت آفتاب وسط آسمان پر ٹھہر جاتا ہے۔ اسی اعتبار سے "قَامَ قَائِمُ الظَّهِيْرَةِ" کا محاورہ بھی استعمال ہوتا ہے۔ جس کے معنی دوپہر کے وقت سورج کے خط نصف النہار پر ہونے کے ہیں۔ "مَصَامُ الْفَرَسِ اَوْ مَصَامَتُهٗ" گھوڑے کے کھڑا ہونے کی جگہ (اصطبل) کو کہتے ہیں۔

اصطلاح شریعت میں کسی مکلف کا روزہ کی نیت کے ساتھ صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے' ازدواجی تعلقات اور عمداً قے کرنے سے رک جانے کا نام صوم ہے اور قرآن حکیم کی آیت مبارکہ ﴿اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا﴾ یعنی "میں نے رحمٰن کے لئے روزے کی نذر مانی ہے۔" کی تفسیر میں بعض نے کہا کہ یہاں صوم سے مراد کلام سے رکنے یعنی خاموش رہنے کے ہیں جیسا کہ آیت کے بعد والے حصہ میں آیا ہے

﴿فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا﴾ (سورۂ مریم)
"تو آج میں کسی آدمی سے ہرگز کلام نہ کروں گی"

رمضان

یہ رَمَضٌ سے مشتق ہے' جس کے معنی سورج کی سخت تپش کے ہیں۔ (مفردات القرآن) مولانا عبدالماجد دریابادی لکھتے ہیں:

> تقویٰ پیدا کرنے میں روزہ کمال کا نسخہ ہے۔ تم اگر چاہو تو بند کمرے میں پانی پی سکتے ہو یا نہاتے ہوئے پانی کے نل سے منہ لگا سکتے ہو۔ مگر ایسا نہیں کرتے' تمہارا ضمیر کہتا ہے کہ "اللہ دیکھ رہا ہے" اسی کیفیت کا نام تقویٰ ہے

رمضان سنہ قمری کے نویں مہینہ کا نام ہے۔ شریعت نے اعتبار قمری مہینوں کا کیا ہے اور اپنے حسابات میں اسی تقویم سے کام لیا ہے۔ قمری مہینے چونکہ مختلف موسموں میں بدل بدل کر آتے رہتے ہیں' لہٰذا مسلمان روزہ دار بھی رمضان کی اس گردش سے ہلکی گرمی اور ہلکی سردی' شدید گرمی اور شدید سردی' خشک و تر' ہر موسم میں بھوک اور پیاس کے ضبط وتحمل کا خوگر ہو جاتا ہے۔ روزوں کی تعداد تو شریعت نے مقرر کر ہی دی ہے۔ زمانہ بھی ایک متعین ومقرر ہے۔ یہ نہیں کہ محض تعداد' جس کا جب جی چاہے پوری کر لے۔ انفرادی اصلاح تو شاید حسب مرضی روزوں سے ہو بھی جاتی لیکن اجتماعی منافع ومصالح کے لئے تعداد کی طرح تعین بھی ناگزیر تھی۔ وحدت امت کے لئے لازمی تھا کہ عرب و چین' مصر و ہندوستان' طرابلس و جاپان' حبش و آسٹریلیا' افغانستان و کینیڈا' سائبیریا اور میکسیکو' برطانیہ اور آسٹریا' غرض سارے روئے زمین پر' اسلامی آبادی جہاں کہیں بھی ہو' سب ایک ہی وقت میں روحانیت کی اس سالانہ پریڈ میں شریک ہوں۔ علم الاجتماع کے مبصرین جانتے ہیں کہ وحدت امت و تنظیم ملت میں کتنا زیادہ دخل اس ہم وقتی یا وقت کی ہم آہنگی کو ہوتا ہے۔ قرآن کی مناسبت رمضان کے ساتھ ہر صاحب نظر پر بالکل روشن ہے۔ مسلمان اسی لئے قرآن مجید کے اس نزول کی سالانہ یادگار اس مہینہ (رمضان) میں راتوں کو اپنی مسجدوں میں مناتے ہیں اور تراویح کی رکعتوں میں سارے قرآن کو اپنے حافظہ میں تازہ کر لیتے ہیں۔" (تفسیر ماجدی' ج: 1)

ایمان

ایمان کی کیفیت نفسی شک' ریب' ترددو تذبذب کی بالکل ضد ہے۔ ایمان سے دماغ کو سکون' دل کو اطمینان اور روح کو تسلی نصیب ہوتی ہے۔ دنیا کی تاریخ میں آج تک کسی صاحب ایمان کو خودکشی کرتے نہیں پایا گیا۔ ایمان کے بغیر دل میں بے کلی اور بے چینی رہا کرتی ہے۔ لیکن ایمان والے کی سخت سے سخت مصیبت کے وقت بھی ڈھارس بندھی رہتی ہے۔ وہ یہ یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو خالق و مالک ہے میرا بڑا سہارا اور مضبوط آسرا ہے۔

ایمان کے بغیر کوئی عمل قابل قبول نہیں ہوتا ہے:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (الانعام)
"کہیے' میری نماز' میرے تمام مراسم عبودیت' میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔"

ہر عبادت اور ہر بندگی بلکہ زندگی کا ہر ہر لمحہ صرف اور صرف رب کائنات کی رضامندی کے لئے وقف ہونا چاہیے' اسی کو ایمانی کیفیت کہتے ہیں۔

احتساب

اس لفظ کا مادہ ح س ب ہے۔ حساب کے معنی شمار اور گنتی کے ہیں۔ احتساب کے معنی شمار کرنے کے ہیں۔ اردو زبان میں احتساب نفس' اپنے نفس کا محاسبہ کرنا استعمال ہوتا ہے۔ روزے کے لیے احتساب کا لفظ اسی معنوں میں استعمال ہوا ہے کہ روزہ کی پوری طرح نگرانی اور نگہداشت کی جائے۔ اسے انگریزی میں to take into account کہا جا سکتا ہے۔ گویا روزے کی قیمت ایمان اور احتساب سے بڑھتی ہے۔

اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے روزہ دار کو حکم دیا:

((اِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْيَقُلْ اِنِّیْ امْرُؤٌ صَائِمٌ)) (متفق علیہ)

"روزہ دار کو چاہیے کہ روزے کے دن بے حیائی

اور شور وشغب سے باز رہے اور اگر کوئی اس کو گالی دے یا لڑنا چاہے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں (یعنی لڑائی کا لڑائی اور گالی کا گالی سے جواب نہ دے)۔"

ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

((مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ)) (رواہ البخاری)

"جس شخص نے (روزے کی حالت میں) جھوٹ بولنا اور جھوٹی بات پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی اللہ کو کوئی حاجت نہیں۔"

گویا روزہ دار نہ صرف اپنی زبان و بیان' اپنے افکار وخیالات' اپنے معاملات ومعمولات میں احکام الٰہی اور سنت رسول ﷺ کی مہینہ بھر تربیت حاصل کرتا ہے' بلکہ شب کو بھی قیام اللیل (نماز تراویح) میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کو توجہ اور انہماک سے سنتا ہے' اس طرح اس کی زندگی میں انقلاب آتا ہے۔ اور اگر وہ ٹھیک ٹھیک ان ہدایات کو اپناتا ہے تو یقیناً اس کی زندگی میں تبدیلی آنی چاہیے اور یہی تبدیلی اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔ ایسے ہی جیسے کوئی بیمار کسی حاذق طبیب سے اس کی ہدایت کے مطابق پابندی سے علاج کراتا ہے تو اللہ کی رحمت سے شفایاب ہو جاتا ہے۔

چند مفید تجاویز:

رمضان المبارک کو قیمتی بنانے کے لئے مندرجہ ذیل امور سود مند ہو سکتے ہیں:

1۔ **درجہ احسان:** حدیث میں آتا ہے کہ

((اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ))

"اللہ تعالیٰ کی بندگی ایسے کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو' اگر یہ کیفیت پیدا نہ ہو سکے تو کم از کم یہ خیال کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔"

جب یہ احساس ہر وقت بیدار رہے اللہ مجھے دیکھ رہا ہے' تو کوئی شخص کسی کا نہ تو حق مار سکتا ہے اور نہ ظلم وزیادتی ہی کر سکتا ہے اور روزہ تو ہر وقت اسی بات کی تربیت کرتا ہے کہ دیکھو تم نے صبح صادق سے غروب آفتاب تک حلال اور مباح چیزوں کو چھوڑ دیا ہے تو کیا حرام اور ناپسندیدہ چیزیں تمہارے لئے حلال ہو جاتی ہیں؟

2۔ **تقویٰ:** ہر جگہ اور ہر حال میں اللہ کی ناراضی سے بچنا تقویٰ ہے۔ تقویٰ پیدا کرنے میں روزہ کمال کا نسخہ ہے۔ تم اگر چاہو تو بند کمرے میں پانی پی سکتے ہو یا نہاتے ہوئے پانی کے نل سے منہ لگا سکتے ہو۔ مگر ایسا نہیں کرتے' تمہارا ضمیر کہتا ہے کہ "اللہ دیکھ رہا ہے" اسی کیفیت کا نام تقویٰ ہے۔ اگر زندگی کے ہر ہر معاملے میں اللہ کی رضامندی کو پیش نظر رکھا جائے اور اس کی ناراضی سے بچا جائے' تو زندگی تقویٰ سے عبارت ہو جاتی ہے اور اُخروی نجات تو اہل تقویٰ کی ہے۔ فرمایا:

﴿وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ (القصص:83)

"عاقبت متقین کے لیے ہے۔"

3۔ **قرآن حکیم پر تدبر:** اسی ماہ مبارک میں قرآن حکیم کا نزول ہوا۔ اس کی قیمتی ہدایات کو حرزِ جان بنانا ہی ہماری کامیابی کی راہ ہے۔ اس کی آیات پر تدبر و تفکر کرنا ہمیں ساحل مراد سے ہمکنار کر دے گا۔

4۔ **نوافل کی کثرت:** اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے جب بھی فرصت اور وقت ملے اور خصوصاً شب کے خاموش لمحات میں نوافل ادا کئے جائیں۔ ذرا اس خوبصورت حدیث پر بھی غور فرمالیجئے' رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

((اَيُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوْا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ)) (رواہ الترمذی)

"لوگو! سلام پھیلا دو (یعنی ایک دوسرے کو کہو: السلام علیکم) (غرباء ومساکین کو) کھانا کھلایا کرو اور رات کو جب لوگ سو رہے ہوں تو نماز پڑھا کرو' تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔"

ایک حدیث مبارک میں اس طرح آتا ہے کہ:

((اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ مِنْ رَمَضَانَ اَحْيَا اللَّيْلَ كُلَّهٗ وَاَيْقَظَ اَهْلَهٗ وَجَدَّ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ)) (متفق علیہ)

"رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں پوری رات جاگتے تھے اور اپنے اہل خانہ کو بھی جگاتے تھے اور عبادت کے لئے کمر کس کر تیار ہو جاتے تھے۔"

5۔ **ذکر وفکر' دعاء ومناجات کی کثرت:** اٹھتے بیٹھتے' چلتے پھرتے اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کیا جائے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی یہ صفت بیان ہوئی ہے کہ:

﴿اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ......﴾ (آل عمران:191)

"جو کھڑے' بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔"

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾﴾ (سورۃ الاحزاب)

"اے اہل ایمان! اللہ کا کثرت سے ذکر کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح کرتے رہو۔"

6۔ **افطار کے وقت دعا:** حدیث مبارک میں آتا ہے کہ روزہ دار کی افطار کے وقت دعا قبول ہوتی ہے' کیونکہ دن بھر کی محنت کے بعد یہ مزدوری ملنے کا وقت ہوتا ہے۔ افطار سے چند منٹ قبل باوضو ہو کر بیٹھ جایئے۔ اس وقت اپنے لئے' اپنے اہل وعیال کے لئے' دوستوں کے لئے اپنے وطن کے لئے اور امت مسلمہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور خلوص قلب سے دعا کیجئے۔ نیز نوجوانوں کے لئے دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ انہیں نماز کا پابند بنا دے۔ دین کا شعور عطا فرمائے اور اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی توفیق دے۔

آخر میں اتنا عرض کرتا چلوں کہ اس ماہ میں صدقہ وخیرات بہت زیادہ کیجئے کہ رسول اللہ ﷺ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

✿✿✿✿✿

خلافت فورم

کے تحت بانی تنظیم اسلامی وصدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن' لاہور

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب

کا انٹرویو جس میں ڈاکٹر صاحب نے حالات زندگی' تنظیمی وتحریکی سفر اور ملکی وبین الاقوامی حالات پر سوالات کے مفصل جوابات دیے ہیں

میزبان: مرزا ایوب بیگ
(ناظم نشر واشاعت' تنظیم اسلامی پاکستان)

دورانیہ: پونے تین گھنٹے　　تعداد سی ڈیز: 3　　تعداد DVDs: 1

مکتبہ خدام القرآن

36 کے ماڈل ٹاؤن' لاہور۔ فون: 3-042-5869501

www.tanzeem.org　　maktaba@tanzeem.org

یروشلم کی فتح سے پہلے

سلطان صلاح الدین ایوبی کی بے مثال فتوحات

حطین کے میدان میں صلیبیوں کی بدترین شکست اور صلاح الدین ایوبی کی شاندار فتح کے بعد حطین کے میدانِ جنگ سے ایک شخص جس کا نام بالیان تھا' بھاگ نکلا تھا۔ یہ عیسائیوں کا ایک بہت بڑا سردار تھا۔ حطین کی جنگ سے بالیان بچ نکلا تو اُس نے اپنا ایک قاصد سلطان ایوبی کی خدمت میں بھیجا اور التجا کی کہ ایسے یروشلم میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے' تاکہ اُس کے بیوی بچے جو یروشلم میں ہیں' انہیں لے کر کسی محفوظ مقام کی طرف چلا جائے۔

سلطان نے فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بالیان کو یروشلم جانے کی اجازت دے دی' لیکن صرف یہ شرط لگائی کہ وہ صرف ایک دن بیت المقدس میں قیام کرے گا' اور اپنے اہلِ خانہ کو لے کر وہاں سے چلا جائے گا۔ بالیان نے یہ شرط بخوشی تسلیم کی اور یہ وعدہ بھی کیا کہ وہ اپنے اہلِ خانہ کو یروشلم سے نکالنے کے بعد کبھی سلطان کے خلاف جنگ میں حصہ نہیں لے گا۔

لیکن بالیان اپنے وعدے پر قائم نہ رہ سکا۔ اُس کی بدقسمتی کہ جب وہ یروشلم میں داخل ہوا تو اُس وقت شہر میں کوئی صلیبی سردار یا کمانڈر موجود نہ تھا' اس لیے کہ جنگِ حطین میں نہ صرف تمام صلیبی کمانڈر بلکہ خود یروشلم کا بادشاہ بھی گرفتار ہو گیا تھا' جن کو سلطان نے دمشق کی طرف روانہ کر دیا تھا۔

جب بالیان یروشلم میں داخل ہوا تو عیسائیوں نے اُس کا شاندار استقبال کیا' کیونکہ وہ ایک نامور کمانڈر تھا۔ عیسائیوں نے اُسے قائم مقام بادشاہ بنانا چاہا' لیکن اُس نے لوگوں کو بتایا کہ اُسے یروشلم میں صرف ایک دن قیام کی مہلت ملی ہے۔ اس پر عیسائیوں کے سب سے بڑے رہنما اُسقفِ اعظم نے اُس سے کہا: ''میں تمہیں تمہاری قسم اور گناہ سے بری الذمہ کرتا ہوں۔ اس عہد کو توڑنے سے اس پر قائم رہنا زیادہ گناہ ہے۔ یہ تمہارے لیے ہمیشہ کے واسطے باعث ننگ و عار رہے گا کہ یروشلم کو اس کی مصیبتوں میں تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔ تم یروشلم اور اس کے شہریوں کو تنہا چھوڑ کر جاؤ گے تو جہاں بھی جاؤ گے' تمہیں عزت نصیب نہ ہو گی۔'' ان مذہبی طعنوں سے متاثر ہو کر بالیان وہاں ٹھہر گیا۔ یروشلم اور اُس کے نواح میں جس قدر چھوٹے بڑے گرجا تھے اور وہاں جتنی بھی دولت جمع تھی' اور اس کے علاوہ عیسائیوں نے دولت کے نئے خزینوں کے منہ کھول دیئے' اور نئے صلیبی رضاکاروں اور پُرجوش نوجوانوں کی بھرتی ہونے لگی۔ جلد ہی شہر کے اندر لگ بھگ ساٹھ ہزار مسلح رضاکار سلطان صلاح الدین کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔

دوسری طرف سلطان صلاح الدین ایوبی نے حطین کے میدان میں دشمن کو بدترین شکست دینے کے بعد وقت ضائع نہیں کیا اور طبریہ شہر پر قبضہ کر لیا۔ اس کے چار دن بعد اس نے بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ حطین کے ساحلی شہر عکہ کا رخ کیا۔ یہ شہر 90 سال پہلے یورپ کے عیسائیوں نے مسلمانوں سے چھین لیا تھا۔ سلطان شاہین کی طرح شہر پر جھپٹا۔ شہر کے اندر صلیبیوں کا جو لشکر تھا' وہ سلطان کے اچانک حملے کی تاب نہ لا سکا۔ لہٰذا عکہ شہر پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا۔ سلطان نے عکہ شہر کی اِس مسجد میں نماز ادا کی جس پر 90 برس سے عیسائیوں کا قبضہ تھا اور انہوں نے اِس مسجد کو گرجا میں تبدیل کر دیا تھا۔

> **بیت المقدس کے وفد نے سوچے سمجھے بغیر سلطان صلاح الدین کی تجویز کو رد کر دیا اور کہا: ''خدا کو منظور ہوا تو ہم یہ شہر ہرگز مسلمانوں کے حوالے نہیں کریں گے' کیونکہ اِس شہر میں ہمارے نجات دہندہ حضرت عیسیٰؑ کو ہماری خاطر پھانسی دی گئی تھی**

فتح عکہ کے بعد سلطان نے اپنے لشکر کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا اور فلسطین کے مختلف شہروں پر ضرب لگانے اور انہیں فتح کرنے کے لیے الگ الگ دستے روانہ کئے' جو اُس وقت عیسائیوں کے قبضے میں تھے۔

ایک دستے نے آگے بڑھ کر مفوریہ اور الفولہ پر قبضہ کر لیا۔ ایک دوسرے دستے نے ساحل سمندر پر حیفہ اور قیساریہ شہر کو فتح کر لیا۔ تیسرے لشکر نے سبسطہ اور نابلس کو فتح کیا۔ دریں اثنا سلطان نے اپنے چھوٹے بھائی سیف الدین العادل کو مصر سے طلب کر لیا جو اُس وقت سلطان کی جانب سے مصر کا والی تھا۔ سلطان نے اُسے اپنے پاس اس لیے طلب کیا تھا کہ دونوں بھائی مل کر فلسطین کی پوری مقدس سرزمین کو جارح صلیبیوں سے آزاد کرائیں۔

اپنے بڑے بھائی کا حکم ملتے ہی سیف الدین العادل قاہرہ سے روانہ ہوا۔ فلسطین کی طرف آنے کے لیے راستے میں صلیبیوں کے دو قلعے میراجیل اور یافہ پڑتے تھے۔ العادل اس قدر جوش و جذبے اور قوت و طاقت کے ساتھ ان دونوں قلعوں پر حملہ آور ہوا کہ وقت ضائع کئے بغیر اُس نے قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ پھر بڑی تیزی کے ساتھ فلسطین کی طرف بڑھا۔

دوسری طرف سلطان ایوبی کا یہ حال تھا کہ اپنے دوسرے سالاروں کی طرح وہ بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ عکہ سے روانہ ہوا۔ پہلے اُس نے شہر تورون فتح کیا۔ اس کے بعد وہ ساحل سمندر کی طرف بڑھا۔ شہر سارافند فتح کیا۔ اس کے بعد ایک ہفتے کے اندر اندر سلطان نے صیدون' بیروت اور جبیل جیسے بڑے شہروں پر قبضہ کیا۔

اب سلطان ایوبی کے سامنے ٹمپلرز اور ہاسپٹلرز کے دو دو فوجی ٹھکانوں کے علاوہ صرف دو بڑے شہر رہ گئے تھے جن پر سلطان کا قبضہ ہونا باقی تھا۔ ایک عسقلان اور دوسرے یروشلم (سلطان ایوبی کی نظر میں بیت المقدس) سلطان عسقلان شہر پر حملہ آور ہوا۔ اس شہر کے اندر بہت بڑا لشکر تھا۔ سلطان نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ شہر کے اندر عیسائیوں نے زبردست مقابلہ کیا۔ سلطان کے جنگ کرنے کا طریقہ کار یہ تھا کہ عموماً جس شہر یا قلعے پر حملہ آور ہوتا' اُس حملے کی ابتدا وہ جمعے کے روز کرتا۔ لہٰذا عسقلان کو بھی سلطان نے بزورِ شمشیر جمعے کے روز فتح کر لیا تھا۔

صلیبیوں کے خلاف عسقلان کی فتح سلطان ایوبی کی ایک بہت بڑی کامیابی تھی اور مورخین لکھتے ہیں کہ یہ فتح بیت المقدس کی فتح کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔۔ اس موقع پر سلطان نے بڑی فراخ دلی اور رحم دلی کا مظاہرہ

کیا۔ اُس نے بیت المقدس کے بادشاہ گائی اور اُس کے ساتھ جتنے بھی سردار اور سالار گرفتار ہوئے' جن کو دمشق کی جیل میں ڈال دیا گیا تھا' اُن سب کو آزاد کر دیا گیا۔

فتح کے بعد جس وقت سلطان عسقلان پر پڑاؤ کیے ہوئے تھا' بیت المقدس کے عیسائیوں کا ایک وفد سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ صُلح اور امن کی بات چیت براہ راست سلطان سے کرنا چاہتے تھے۔ روایت ہے کہ اُسی روز سورج گرہن ہوا اور عیسائیوں نے اسے اپنے لیے منحوس خیال کیا۔

بیت المقدس کا یہ وفد جب سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلطان سے صلح کی گفتگو کرنا چاہی تو اُن کا مقصد یہ تھا کہ سلطان بیت المقدس کو فتح نہ کرے اور اسے عیسائیوں ہی کے قبضے میں رہنے دے۔

سلطان نے اس وفد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ''میرے عقیدے کے مطابق بیت المقدس خانۂ خدا ہے' اور تم بھی ایسا ہی مانتے ہو۔ میں اپنی مرضی سے اس کا محاصرہ کروں گا' نہ اس پر حملہ کروں گا۔ اسے امن و صلح سے فتح کرنا چاہتا ہوں۔ لہٰذا میں بیت المقدس میں عیسائی باشندوں کو اجازت دیتا ہوں کہ وہ شہر کو جس قدر چاہیں مضبوط اور مستحکم کریں' اور اس کے اردگرد پندرہ پندرہ میل تک زمین کاشت کریں۔ آنے والی جمعرات تک اگر وہ یہ محسوس کریں کہ وہ میرے مقابلے میں شہر کی حفاظت کر سکتے ہیں' میرے حملہ آور ہونے کی صورت میں میرا مقابلہ کر سکتے ہیں تو پھر وہ بیت المقدس پر قابض رہیں۔ مجھ میں ہمت ہوئی تو شہر کو فتح کر لوں گا' لیکن اگر انہیں کسی طرف سے مدد کی توقع نہ ہو اور وہ یہ محسوس کریں کہ اگر میں شہر پر حملہ آور ہوں اور وہ میرا مقابلہ نہیں کر سکتے تو پھر وہ لڑے بغیر امن کے ساتھ شہر میرے حوالے کر دیں۔ میں آپ لوگوں سے وعدہ کرتا ہوں کہ بیت المقدس کے تمام باشندوں اور اُن کے مال و اسباب کی حفاظت احسن طریقے سے کروں گا۔''

عسقلان کی فتح سلطان ایوبی کی ایک بہت بڑی کامیابی تھی۔ اس موقع پر سلطان نے بڑی فراخ دلی اور رحم دلی کا مظاہرہ کیا۔ اُس نے بیت المقدس کے بادشاہ گائی اور اُس کے ساتھ جتنے بھی سردار اور سالار گرفتار ہوئے' جن کو دمشق کی جیل میں ڈال دیا گیا تھا' اُن سب کو آزاد کر دیا

بلاشبہ سلطان صلاح الدین ایوبی کی طرف سے بیت المقدس کے عیسائیوں کو یہ بہترین پیشکش تھی' اور عیسائیوں کی رسوائے زمانہ روایتی وعدہ خلافی اور عہد شکنی کے مقابلے میں سلطان کا یہ رویہ انتہائی شریفانہ اور فراخ دلانہ تھا' لیکن بدقسمتی سے بیت المقدس کے وفد نے سوچے سمجھے بغیر سلطان صلاح الدین کی اس تجویز کو رد کر دیا۔ انہوں نے اِس پیشکش کے جواب میں کہا:

''خدا کو منظور ہوا تو ہم یہ شہر ہرگز مسلمانوں کے حوالے نہیں کریں گے' کیونکہ اس شہر میں ہمارے نجات دہندہ حضرت عیسیٰؑ کو ہماری خاطر پھانسی دی گئی تھی۔''

سلطان عیسائیوں کو حضرت عیسیٰؑ کے لیے اِس عقیدت پر خوش ہوا' لیکن اُن کے سامنے قسم کھائی کہ وہ بیت المقدس کو ضرور فتح کرے گا' لیکن اس شہر کی حُرمت اور تحریم کو نقصان نہیں پہنچنے دے گا۔ سلطان کی طرف سے یہ فراخ دلانہ پیش کش یوں بھی قابلِ تعریف ہے کہ کچھ دن پہلے اہلِ یروشلم نے عہد شکنی کی ایک اور مثال قائم کی تھی۔ جب کمانڈر بالیان سلطان سے وعدہ کرنے کے بعد یروشلم صرف ایک دن کے لیے اپنے اہلِ خانہ کو لینے گیا تھا' تو اس شہر کے لوگوں بلکہ اسقفِ اعظم نے اُسے عہد شکنی پر مجبور کیا تھا۔ سلطان نے اس تازہ مثال کو بھی نظر انداز کیا۔ وفد کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آیا اور انہیں اگلی جمعرات تک کے لیے مہلت بھی دی کہ اگر وہ شہر کا دفاع کرنا چاہتے ہیں تو کر لیں۔ کسی کو مدد کے لیے بلانا چاہتے ہیں تو بلا لیں۔ کسی سے رابطہ کرنا چاہیں تو کر لیں' جمعرات کے بعد سلطان کارروائی کرے گا۔

مورخین نے اُن تمام شہروں کی فتوحات کی ایک فہرست درج کی ہے جو سلطان صلاح الدین ایوبی نے قاہرہ سے روانہ ہونے کے بعد' چند ماہ کے اندر اندر' بیت المقدس فتح کرنے سے پہلے کی تھیں۔ ان مفتوحہ مشہور مقامات کے نام یہ ہیں:۔

طرابیہ' عکہ' زیب' معلیا' اسکندریہ' تبنین' حطین' ناصرہ' عور' صفوریہ' فوا' حنین' ارعین' دبوریہ' عفربلا' بیان' ہسطیہ' نابلس' لحبون' اریحہ' سنجل' یافہ' ارسوف' قیساریہ' حیفہ' صرفہ' صیدا' بیروت' قلعہ ابی الحسن' جبیل' مجدل حباب' داروم' غزہ' عسقلان' تل صافیہ' تل احمر' اطرون' جبل الخلیل' بیت اللحم' لاب' ریلہ' قریتا' القدس' صوبا' ہرمز' شقیف۔

سلطان ایوبی کو اِن تمام مفتوحہ مقامات سے کثیر تعداد میں مسلمان قیدیوں کو آزاد کرانے کا موقع ملا۔ ایک شہر کے فتح کرنے کے بعد جو کام سب سے پہلے کرتا تھا' وہ قیدیوں کی زنجیریں توڑنا اور اُن کو آزاد کرنا اور کچھ نقدی اور مال و اسباب دے کر اُن کے گھروں کی طرف روانہ کرنا ہوتا تھا۔ سلطان نے چند ماہ کے اندر دس ہزار سے زیادہ مسلمان قیدی آزاد کرائے جو مذکورہ بالا مقامات میں عیسائیوں کی قید میں تھے۔

اب اِن تمام مقامات کا مرکزی مقام' صرف ایک شہر بیت المقدس باقی رہ گیا تھا' جس کی خاطر صلیبیوں نے یہ جنگیں پورے خطے میں برپا کر رکھی تھیں۔ سلطان بیت المقدس کی فتح کے لیے تیاریاں کر رہا تھا۔

(جاری ہے)

✿✿✿✿✿

فلک سیر (ٹورسٹ) ریزورٹ ساگز ریسٹورنٹ
ملم جبہ' سوات

9,600 فٹ بلندی پر واقع وادی سوات کے نہایت دلفریب اور پرفضا مقام **ملم جبہ** میں قیام وطعام کی بہترین سہولتوں سے آراستہ

جدید تعمیر شدہ
شاندار ہوٹل

مینگورہ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر اور سیاحت کارپوریشن پاکستان کی چیئرلفٹ سے چار کلومیٹر پہلے کھلے روشن اور ہوادار کمرے' نئے قالین' عمدہ فرنیچر' صاف ستھرے ملحقہ غسل خانے' اچھے انتظامات اور اسلامی ماحول

رب کائنات کی خلاقی و صناعی کے پاکیزہ و دلفریب مظاہر سے قلب و روح کو شاد کام کرنے کا بہترین موقع

تحریکی بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت

فلک سیر کارپوریشن
جی ٹی روڈ' امان کوٹ' مینگورہ سوات
فون دفتر: 0946-725056'
ہوٹل: 0946-835295 فیکس: 0946-720031

پاکستان.....خطرے کے نشان کے آگے

عطاء الحق قاسمی

مجھے اب اس امر میں رتی بھر شبہ نہیں رہا کہ مغربی دنیا پاکستان کو ختم کرنے کا منصوبہ تیار کر چکی ہے اور اس ناپاک منصوبے کے لیے اسے باہر سے کچھ نہیں کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ہم آزاد اور خود مختار قوم ہیں۔ چنانچہ ہم بیرونی عناصر کو ہرگز یہ اجازت نہیں دیں گے کہ وہ ہمارے داخلی امور میں مداخلت کریں۔ متذکرہ منصوبے کی تکمیل کے سلسلے میں جو کچھ بھی کرنا ہوگا' وہ ہم خود کریں گے۔ بیرونی دنیا اس ضمن میں صرف ہماری رہنمائی کر سکتی ہے یا ہم اسے زیادہ سے زیادہ یہ سہولتیں دے سکتے ہیں کہ وہ ملکی تحفظ کے ضامن ان اداروں کی نشاندہی کرتی رہے جو ابھی تک کچھ نہ کچھ اپنی زندگی کا ثبوت بہم پہنچا رہے ہیں۔

مشرقی پاکستان کی علیحدگی سے پہلے پوری دنیا کے میڈیا میں پاکستان دشمن فضا تیار کی گئی تھی اور اب اس سے کہیں زیادہ فضا تیار کی جارہی ہے۔ اس بار میڈیا کے ساتھ ساتھ مغربی ممالک کی حکومتیں اور ان کے ذیلی ادارے بھی اس ''تحریک'' میں شامل ہو چکے ہیں۔ وہ الزام لگاتے ہیں' ہم ان الزامات کی تائید کرتے ہیں یا تردید نما تائید سامنے آتی ہے۔ ہم پر الزام لگایا گیا کہ آئی ایس آئی طالبان کو مدد فراہم کر رہی ہے۔ ہم نے فوراً اس کی ''تردید'' کی اور کہا آئی ایس آئی نہیں' البتہ آئی ایس آئی کے سابق عہدیدار اس قسم کی سرگرمیوں میں ملوث ہیں۔ مغربی دنیا نے کہا کہ پاکستان ایٹمی راز فروخت کرنے کا مجرم ہے۔ ہم نے فوراً ڈاکٹر قدیر خان کو ٹیلی ویژن پر پیش کر کے ان سے ''اقبال جرم'' کرایا اور ہم مطمئن ہو گئے کہ بیرونی دنیا کو یقین آ گیا ہے کہ ایٹمی رازوں کی فروخت کے ذمہ دار صرف ڈاکٹر صاحب ہے۔ ہندوستان ہم پر تخریبی کارروائیوں کا الزام لگاتا ہے تو ہم معذرت خواہانہ انداز میں ان کی تردید کرتے ہیں اور اس ڈھیلی ڈھالی تردید سے یوں لگتا ہے جیسے واقعی یہ سب کچھ ''یاروں'' ہی کا کیا دھرا ہے۔

اس کے برعکس آئی ایس آئی کے پاس اس امر کے دستاویزی ثبوت موجود ہیں کہ پاکستان میں ہونے والی دہشت گردی کی وارداتوں میں ''را'' ملوث رہی ہے مگر ہم یہ ثبوت دنیا کے سامنے پیش کرنا تو کجا' بھارت پر دہشت گردی کی سرگرمیوں کا الزام تک عائد نہیں کرتے اور اگر کرتے بھی ہیں تو انداز نہایت غیر یقینی سا ہوتا ہے۔

دوسرے فریق کی ''پھرتیوں'' کا یہ عالم ہے کہ ادھر ممبئی میں دھماکے ہوتے ہیں اور دوسرے ہی دن بغیر کسی ثبوت کے الزام آئی ایس آئی پر لگا دیا جاتا ہے۔ صرف الزام نہیں لگایا جاتا بلکہ چند دنوں کے اندر اندر اس زہریلے الزام کو دنیا بھر کے میڈیا کے ذریعے ان ملکوں کے عوام تک پہنچا دیا جاتا ہے جو روزانہ کسی نہ کسی ملک میں پاکستان کی ''دہشت گردی'' کی خبریں پڑھ کر یہ سوچنے لگے ہوں گے کہ آیا اس ملک کو باقی رہنا چاہیے بھی کہ نہیں' جو امنِ عالم

> ہندوستان ہم پر تخریبی کارروائیوں کا الزام لگاتا ہے تو ہم معذرت خواہانہ انداز میں ان کی تردید کرتے ہیں اور اس ڈھیلی ڈھالی تردید سے یوں لگتا ہے جیسے واقعی یہ سب کچھ ''یاروں'' ہی کا کیا دھرا ہے

کے لیے خطرہ بنا ہوا ہے۔ جب عالمی طاقتیں کسی ملک پر سرخ نشان لگاتی ہیں تو ''جمہوری تقاضوں'' کو پورا کرنے کے لیے انہیں اپنے عوام کو میڈیا کے ذریعے ساتھ لے کر چلنا پڑتا ہے۔ اس ضمن میں مشرقی پاکستان کی مثال میں اوپر کی سطور پر پیش کر چکا ہوں۔

آج کی تازہ ترین خبر یہ ہے کہ افغانستان میں تعینات پانچ ممالک امریکہ' برطانیہ' کینیڈا' ڈنمارک اور ہالینڈ کے نیٹو کمانڈرز نے الزام لگایا ہے کہ آئی ایس ائی طالبان کو ہتھیار دے رہی ہے۔ ان کمانڈوں نے اپنی حکومتوں پر زور دیا ہے کہ وہ پاکستان کے ساتھ سخت رویہ اختیار کریں۔ غالباً ان کے خیال میں ایک مبینہ دھمکی پر اپنا سب کچھ امریکہ کے حوالے کر دینے والے پاکستان سے بہت شفقت کا رویہ اختیار کیا جارہا ہے۔ برطانیہ کے حالیہ دورے کے دوران برطانیہ کے محکمہ دفاع کی ایک رپورٹ ایک برطانوی اخبار نے ''لیک'' کی تھی جس میں آئی ایس آئی کو ختم کرنے کے علاوہ جنرل پرویز مشرف کی حکومت کے خاتمہ کی سفارش بھی کی گئی تھی۔ جنرل صاحب نے ٹونی بلیئر سے دورانِ ملاقات اس پر شدید غم وغصہ کا اظہار کیا۔ ظاہر ہے ان کا غصہ بجا تھا کیونکہ آئی ایس آئی کے ساتھ ساتھ ان کی حکومت کے خاتمہ کی سفارش بھی کی گئی تھی۔

سو جو نقشہ تیار کیا جارہا ہے اس کے مطابق پروگرام یہ ہے کہ پاکستان کو دنیا بھر میں ایک دہشت گرد ملک کے طور پر اسٹیبلش کیا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ پاکستان کا ایٹمی پروگرام ملیامیٹ کر کے اسے نہتا کر دیا جائے۔ دوسری طرف آئی ایس آئی بھی دشمنوں کی نظروں میں بری طرح کھٹک رہی ہے۔ بعض کمزوریوں کے باوجود یہ ادارہ آج بھی را' موساد اور دوسری پاکستان دشمن خفیہ ایجنسیوں پر نظر رکھنے اور ان کی پاکستان دشمن کارروائیوں کا مسکت جواب دینے کی پوری اہلیت اور مہارت رکھتا ہے اور یوں اس کا وجود پولیٹیکل سیل ختم کر کے اور اسے جمہوری وزیر اعظم کے تابع رکھنے کی صورت میں پاکستان کی سلامتی' تحفظ اور استحکام کا ضامن ہے۔ چنانچہ عالمی طاقتوں کی نظر میں ہمارے ایٹمی پروگرام کے علاوہ یہ ادارہ بھی بہت بری طرح کھٹک رہا ہے۔

عالمی طاقتوں کا تیسرا نشانہ ہماری فوج ہے۔ وہ اسے سیاست میں ملوث کر کے عوام میں متنازعہ بنانا چاہتی ہے اور اسے اتنا کمزور کر دینا چاہتی ہے کہ جب یہ طاقتیں اپنے ناپاک منصوبے کے آخری مرحلے پر عمل پیرا ہوں تو ان کا راستہ روکنے والا کوئی نہ ہو۔ غریب عوام کو نفسا نفسی میں اور امراء کو عیش و آرام میں مبتلا کیا جا چکا ہے اور پاکستان کے بازوئے شمشیر زن شمالی علاقوں کے عوام کو بدظن کرنے میں کامیابی حاصل کی جا چکی ہے۔ افغانستان میں ہم اپنے ہاتھوں سے پاکستان دشمن حکومت قائم کر چکے ہیں اور انڈیا بھی جڑے کھولے بیٹھا ہے۔ اس کے بعد راوی پاکستان دشمنوں کے لیے چین ہی چین لکھتا ہے۔ کیا ہمارے سیاستدان صرف سیاست دانیاں اور مالِ غنیمت میں سے اپنا حصہ وصول کرنے کی کوششیں ہی کرتے رہیں گے یا ملک کا بھی سوچیں گے اور کیا ہمارے حکمران اس منظر نامے کے بعد بھی اقتدار سے چمٹے رہنا چاہیں گے یا ''پہلے پاکستان'' کے سلوگن کو مدنظر رکھتے ہوئے پاکستان' پاکستانی عوام کے حوالے کر دیں گے؟

(بشکریہ روزنامہ ''جنگ'')

☆ اعتکاف کے لئے مسجد کی حد کیا ہے؟ ☆ زکوٰۃ کن اموال پر فرض ہے' ان کا نصاب کیا ہے؟

☆ فطرانہ کی رقم کن لوگوں کو دینی چاہیے؟

☆ کیا یہ درست ہے کہ زیادہ ثواب کی غرض سے رمضان المبارک ہی میں زکوٰۃ ادا کی جائے؟

قارئین ندائے خلافت کے سوالات کے قرآن و سنت کی روشنی میں جوابات

س: زکوٰۃ کن اموال پر فرض ہے اور ان اموال کا نصاب کیا ہے؟ (عبداللہ)

ج: زکوٰۃ سونا چاندی کھیتی' پھل' مال تجارت' مویشی' دفینے اور معدنیات میں ہے۔ سونے کی زکوٰۃ کا نصاب 20 دینار یعنی ساڑھے سات تولے سونا ہے۔ اگر سونا ساڑھے سات تولے یا اس سے زائد ہو تو ایک سال کے بعد اس پر اس کے مارکیٹ ریٹ کے مطابق ڈھائی فیصد زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔

چاندی کی زکوٰۃ کا نصاب 200 درہم یعنی 52 تولہ چاندی ہے۔ اگر 52 تولہ یا اس سے زائد چاندی پر ایک سال گزر جائے تو پھر اس کے مارکیٹ ریٹ کے مطابق اس پر ڈھائی فیصد زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔ جو زیورات عورت استعمال کرتی ہے' ان کے بارے میں ائمہ ثلاثہ امام مالکؒ' امام احمدؒ اور امام شافعیؒ کا مؤقف ہے کہ ان میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ ان کے نزدیک صرف اس زیور پر زکوٰۃ ہے جس کو عورت استعمال نہ کرتی ہو۔ جبکہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عورت کے زیور پر ہر صورت میں زکوٰۃ ہوگی' چاہے عورت اس کو استعمال کرے یا نہ کرے۔

جہاں تک نقدی (Cash) کے نصاب کا تعلق ہے تو اس بارے میں اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ اس کا نصاب وہی ہے جو چاندی کا نصاب ہے جبکہ بعض علماء کے نزدیک نقدی (Cash) کا نصاب سونے کا نصاب ہے۔

جانوروں کی زکوٰۃ تفصیل کے ساتھ بہت سی احادیث میں بیان ہوئی ہے۔ اونٹوں کا نصاب 5 اونٹ ہیں۔ گائے کا نصاب 30 گائے ہیں۔ بھینس بھی اس میں داخل ہے۔ بکری کا نصاب 40 بکریاں ہیں۔ بھیڑ بھی اس میں داخل ہے۔ جمہور علماء امام ابوحنیفہؒ' امام شافعیؒ' امام احمدؒ مویشی کی زکوٰۃ کے لیے یہ شرائط لگاتے ہیں کہ ایک تو وہ نصاب کو پہنچے۔ دوسرے یہ کہ ان پر ایک سال گزر چکا ہو' تیسرا یہ کہ وہ سائمہ (یعنی جنگل کی گھاس وغیرہ پر گزارہ کرنے والے) ہوں۔ ان ائمہ کے نزدیک ایسے مویشیوں پر زکوٰۃ نہیں ہے کہ جن کی خوراک اور چارے کا بندوبست خود مالک اپنے خرچے سے کرتا ہو۔ جبکہ امام مالک مویشیوں پر زکوٰۃ کے لیے ان کے سائمہ ہونے کی شرط نہیں لگاتے۔

ظاہر یہ کے علاوہ تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مال تجارت پر بھی زکوٰۃ ہے۔ اگر مال تجارت نصاب کو پہنچتا ہو' پھر ایک سال گزرنے کے بعد اس پر ڈھائی فیصد زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔ مثال کے طور پر اگر ایک شخص نے ایک لاکھ روپے سے کاروبار کا آغاز کیا اور ایک سال گزرنے کے بعد اس کے پاس 5 لاکھ ہو گئے تو اب زکوٰۃ 5 لاکھ پر ہوگی۔ یعنی اصل زر اور اس پر سال بھر میں حاصل ہونے والے نفع' دونوں پر زکوٰۃ دینی ہوگی۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے دو لاکھ روپے سے کاروبار شروع کیا اور ایک سال کے بعد اس کے پاس ایک لاکھ رہ گیا' یعنی اسے ایک لاکھ کا نقصان ہوا' تو اب اسے ایک لاکھ پر زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔ مال تجارت کا نصاب وہی ہے جو کہ نقدی کا نصاب ہے۔

کھیتی اور پھلوں کی زکوٰۃ کی شرح عشر (دسواں حصہ) ہے' اُس صورت میں جبکہ زمین بارانی ہو یعنی اس کو بارش کا پانی سیراب کرتا ہو۔ اور اگر زمین نہری ہو یعنی نہر یا ٹیوب ویل کے پانی کے ذریعے زمین کو سیراب کیا جاتا ہو' تو پھر اس پر زکوٰۃ نصفِ عشر (بیسواں حصہ) ہوگی۔ امام ابوحنیفہؒ کے ہاں اس کا کوئی نصاب مقرر نہیں ہے' فصل یا کھیتی چاہے کم ہو یا زیادہ دونوں صورتوں میں اس میں سے عشر یا نصف عشر زکوٰۃ نکالنی ہوگی۔ جبکہ جمہور علماء کے نزدیک اس کا نصاب 5 وسق (یعنی 60 صاع) ہے جبکہ ایک صاع تقریباً اڑھائی کلو کے برابر ہوتا ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک سبزیوں پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ جبکہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سبزیوں پر زکوٰۃ ہے۔

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کسی شخص کو کوئی دفینہ (یعنی سونا چاندی وغیرہ) مل جائے تو اس پر اسی وقت زکوٰۃ فرض ہو گی۔ ائمہ ثلاثہ امام مالکؒ' امام احمدؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک اس پر ڈھائی فیصد زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔ جبکہ معدنیات میں زکوٰۃ کی شرح خمس (20 فیصد) ہے۔ دفینے کے بارے میں فقہاء نے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ اپنے نصاب کو پہنچتا ہو۔ جبکہ معدنیات کے بارے میں یہ شرط صرف امام شافعیؒ نے لگائی ہے۔ اگر دفینہ یا معدنیات سونے اور چاندی کی شکل میں ہوں تو پھر ان کا نصاب وہی ہوگا جو سونے اور چاندی کا نصاب ہے۔ اگر یہ کسی اور شکل میں ہوں' مثلاً کوئلہ' لوہا' قیمتی پتھر وغیرہ تو ان کا نصاب نقدی کا نصاب ہوگا۔

س: عموماً لوگ زیادہ ثواب کے حصول کی غرض سے زکوٰۃ صرف رمضان ہی میں ادا کرتے ہیں۔ اگرچہ مال زکوٰۃ پر سال رمضان سے پہلے گزر چکا ہو' کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟ (عبدالقیوم)

ج: کسی مال پر زکوٰۃ اس وقت دینا فرض ہو جاتا ہے جب کہ اس پر ایک سال گزر چکا ہو۔ رمضان کے ساتھ اس کو مقید کرنا صحیح نہیں ہے۔

س: اعتکاف کے لیے مسجد کی حد کیا ہے؟ معتکف کے لیے مسجد کی چھت پر جانا درست ہے؟ (محمد ریاض)

ج: مسجد کی حدود عرف میں واضح ہی ہوتی ہیں۔ مسجد کی چھت یا صحن وغیرہ مسجد کا حصہ ہے۔ لیکن باتھ روم اور مسجد کے گیٹ کے باہر کی جگہ عموماً اس میں شامل نہیں ہوتی۔

س: فطرانہ واجب ہے یا سنت؟ فطرانہ کی رقم کن لوگوں کو دینا چاہیے؟ (حیدر زمان)

ج: فطرانہ واجب ہے۔ امام مالکؒ' امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک یہ ہر آزاد مسلمان پر واجب ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ صرف صاحب نصاب پر واجب ہے۔ اس کے وہی آٹھ مصارف ہیں جو زکوٰۃ کے ہیں۔

> ''صدقات (یعنی زکوٰۃ و خیرات) تو مفلسوں اور محتاجوں اور کارکنانِ صدقات کا حق ہے اور اُن لوگوں کا جن کی تالیف قلوب منظور ہے اور غلاموں کے آزاد کرانے میں اور قرض داروں (کے قرضے ادا کرنے) میں' اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں (کی مدد) میں (بھی یہ خرچ کرنا چاہیے۔ یہ حقوق) اللہ کی طرف سے مقرر کر دیئے گئے ہیں۔'' (التوبہ:60)

دیہی علاقوں میں بعض مقامات پر لوگ فطرانہ کی رقم آئمہ مساجد کو دے دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں اصولی طور پر یہ بات پیش نظر رہے کہ اگر مسجد کا امام زکوٰۃ کا مستحق ہے تو اُس کو فطرانہ کی رقم دی جا سکتی ہے' لیکن اگر وہ خود صاحب نصاب ہے' اور مستحق زکوٰۃ نہیں ہے تو ایسی صورت میں امام مسجد کو فطرانہ کی رقم نہیں دینی چاہیے' کیونکہ اس طرح مستحقین کی حق تلفی ہوتی ہے۔

فطرانہ کی مقدار ایک صاع (تقریباً اڑھائی کلو) ہے۔ ایک صاع گندم' کھجور' جو' کشمش یا چاول وغیرہ' یا ان کی قیمت بھی فطرانہ کے طور پر دی جا سکتی ہے۔

کالم ''تفہیم المسائل'' میں سوالات بذریعہ ڈاک یا ای میل ایڈریس media@tanzeem.org پر بھیجے جا سکتے ہیں۔

امیر تنظیم اسلامی کا دورۂ سیالکوٹ و گجرات

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب نے گزشتہ ماہ سیالکوٹ اور گجرات کا دورہ کیا۔ ذیل میں اس دورہ کی روداد پیش کی جارہی ہے۔

مرتب: اعجاز عنصر، حسان ادریس

10 ستمبر 2006ء دس بجے امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید، ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی محترم اظہر بختیار خلجی کے ہمراہ سیالکوٹ تشریف لائے۔ قائد گرلز کالج میں رفقاء سے تعارف اور سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ پروگرام کا آغاز گیارہ بجے تلاوتِ کلامِ پاک سے ہوا۔ میزبان جناب شاہد رضا نے رفقاء کو بتایا کہ امیر محترم کے دورہ کا بنیادی مقصد رفقاء سے ذاتی تعارف حاصل کرنا ہے' لیکن ساتھ ساتھ سوال و جواب کی نشست بھی ہے۔ سب سے پہلے تعارف کا آغاز ہوا اور تمام رفقاء نے فرداً فرداً امیر تنظیم سے تعارف کروایا۔ اس کے بعد آپ نے رفقاء اور احباب کے مختلف سوالوں کے جوابات دیئے۔

امیر محترم نے فرمایا کہ "علماء دو قسم کے ہوتے ہیں' علماء حق اور علماء سوء۔ موجودہ دور میں علماء سوء کی کثرت ہے۔ اُن کا کہنا تھا کہ اگرچہ آج امت اختلافات کا شکار ہے' تاہم اصول دین میں کوئی اختلاف نہیں۔ دین کے اصولوں پر تمام علماء دین (اہلِ سنت والجماعت' بریلوی و دیوبندی' اہلِ حدیث) کا اتفاق ہے۔ شہادت علی الناس ہماری بنیادی ذمہ داری ہے۔ اگر قرآن حکیم کی تعلیم اور دروس کو ذریعہ بنالیا جائے تو اس ذمہ داری کو بہ طریق احسن انجام دیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے رفقاء کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اب آپ کے کندھوں پر یہ بارگراں ہے کہ جس سچائی کو آپ نے پالیا ہے اسے اپنے حلقۂ اثر تک پہنچائیں۔ انہوں نے کہا کہ شرک جہالت سے پیدا ہوتا ہے اور جہالت کا توڑ یہ ہے کہ ترجمۂ قرآن کو لوگوں تک پہنچایا جائے۔ انہوں نے نصیحت کی کہ کسی پر بھی براہِ راست تنقید نہ کی جائے' کہ اس سے بلاوجہ مخالفت بڑھتی ہے جو دعوت کے اثر کو زائل کر دیتی ہے۔ آپ کا فرض ہے کہ قرآن و حدیث کو اپنی دعوت کا ذریعہ بنائیں۔

حدود آرڈیننس کے حوالے سے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے امیر تنظیم نے کہا کہ ہمیں پہلے تو یہ دیکھنا ہے کہ حکومت اس بل میں تبدیلی کی خواہاں کیوں ہے' اور دوسرے یہ کہ اس بل میں ترمیم کی ذمہ داری کن لوگوں کو دی گئی ہے؟ اُن کا کہنا تھا کہ حکومت ملک میں مغربی روشن خیالی کے ایجنڈے پر عمل پیرا ہے' اس لئے وہ حدود بل کو نام نہاد روشن خیالی کے مطابق ڈھالنا چاہتی ہے' تاکہ یہ آرڈیننس اباحیت کی راہ میں رکاوٹ نہ بنے۔ امیر تنظیم نے کہا کہ حدود آرڈیننس کے قانون پر تمام علماء متفق ہیں۔ پھر بھی اگر اس میں کوئی شق اسلام کی روح کے مطابق نہیں ہے' تو اس میں ترمیم کی جاسکتی ہے' تاہم یہ ترمیم یا ترامیم علماء کا بورڈ ہی تجویز کر سکتا ہے' ورنہ اگر نام نہاد سیکولر دانشوروں اور اسلام دشمن این جی اوز کی تجاویز اور دباؤ پر ترامیم کی گئیں تو حدود قوانین کا حلیہ بگڑ جائے گا' بالکل اُسی طرح جیسے 1962ء میں غلام احمد پرویز کے پیش کردہ غیر اسلامی عائلی قوانین کو اس وقت کے صدر جناب ایوب نے ڈنڈے کے زور پر نافذ کر دیا تھا' جو کہ آج بھی رائج ہیں۔

امیر تنظیم اسلامی نے فرمایا کہ ہم دجالی دور میں زندہ ہیں۔ یہ کیبل اور میڈیا جو کچھ پیش کر رہا ہے' یہ دجالیت ہی کے مظاہر ہیں۔ اندریں حالات ضروری ہے کہ دینی جماعتیں مل کر غلبۂ دین کی جدوجہد کریں۔ انہوں نے کہا کہ افغان امریکہ جنگ میں دفاع پاکستان افغانستان محاذ میں تمام دینی جماعتیں اکٹھی ہو گئی تھیں۔ جب سقوطِ کابل ہوا تو بانیٔ محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے تجویز پیش کی تھی کہ اسی پلیٹ فارم کو "دفاعِ اسلام محاذ" کی شکل دے کر نفاذِ شریعت کی تحریک شروع کی جائے' لیکن افسوس کہ ایم ایم اے نے نفاذ اسلام کے لئے تحریک کی بجائے انتخابی اتحاد کو ترجیح دی اور یہ کام پھر رہ گیا۔

ایک اور سوال کے جواب میں امیر تنظیم نے کہا کہ انقلابی کارکنوں کی تعداد میسر آنے کے باوجود انقلاب کی گارنٹی نہیں دی جاسکتی' یعنی ہم یہ نہیں کہہ سکتے اگر ہمارے ساتھ اتنے لوگ شامل ہو جائیں تو ہم انقلاب برپا کر دیں گے۔ ہمارا مقصد تو آخرت کی کامیابی ہے اور اس کے لئے ہمیں چاہیے کہ اپنی کوشش جاری رکھیں۔ جب اللہ کو منظور ہوگا' ہماری کوششیں بار آور ہوں گی اور ان شاء اللہ انقلاب ضرور آئے گا۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اس کی پیشین گوئی کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت چونکہ تنظیم کو کارکنوں کی معتد بہ تعداد میسر نہیں ہیں' لہٰذا ہمارا کام انقلاب کے لیے افراد تیار کرنا ہے' اور یہ وہ کام ہے جس کے لئے کل وقتی محنت درکار ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت دنیا بھر میں مسلمانوں کے ساتھ بدترین سلوک ہو رہا ہے۔ یہ سب اس لئے ہے کہ ہم اللہ کی مدد سے محروم ہیں' کیونکہ ہم 57 اسلامی ممالک میں کہیں بھی اللہ کا دین نافذ نہیں کر سکے۔ دوپہر کے کھانے کے ساتھ یہ پروگرام اختتام کو پہنچا۔ اس پروگرام میں بڑی تعداد میں رفقاء اور احباب شریک ہوئے۔

اُسی دن امیر تنظیم اسلامی پونے پانچ بجے گجرات پہنچے۔ جامع مسجد تقویٰ تھانہ سول لائن میں نماز عصر ادا کی۔ آپ کے ہمراہ ناظم اعلیٰ اظہر بختیار خلجی اور گوجرانوالہ ڈویژن کے امیر شاہد رضا بھی تھے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد امیر محترم کا رفقاء سے تعارف ہوا۔ تعارف کا سلسلہ مکمل ہونے کے بعد سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ بعدازاں آپ نے حالات حاضرہ کے حوالے سے سیر حاصل گفتگو کی۔

امیر تنظیم کی گفتگو کے بعد تنظیم میں شامل ہونے والے نئے رفقاء نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ مجموعی طور پر چار احباب تنظیم میں شامل ہوئے' جن میں قاری عزیز الرحمٰن' حافظ زین العابدین' محمد راشد اور ایک اور مقامی ساتھی شامل ہیں۔ اس موقع پر دیگر تنظیمی رفقاء بھی شامل تھے۔ بیعت کے دوران امیر تنظیم اسلامی نے یہ بات واضح کی کہ آپ میرے ہاتھ پر یہ بیعت کر کے حقیقت میں اللہ سے عہد بندگی کی تجدید کر رہے ہیں۔ بعدازاں مہمانوں اور شرکاء کی چائے سے تواضع کی گئی۔ چائے وغیرہ سے فارغ ہو کر امیر محترم نے مغرب کی نماز پڑھائی۔ تقریباً پونے آٹھ بجے آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ لاہور کے لئے روانہ ہو گئے۔

تنظیم اسلامی سیالکوٹ کے زیر اہتمام شب بیداری

شب بیداری کا آغاز مغرب کی نماز کے فوراً بعد ہو گیا۔ رمضان کی آمد کی وجہ سے شب بیداری میں زیادہ زور روزے کے احکام وفضائل پر دیا گیا۔ تلاوت قرآن حکیم ونعت رسول مقبول ﷺ کے بعد محترم فیصل وحید شیخ نے عظمتِ صیام وقیام رمضان پر درس دیا۔

انہوں نے کہا کہ رمضان کا انتہائی بابرکت مہینہ ہماری زندگی میں رونق افروز ہو رہا ہے' ہمیں چاہیے کہ اس موقع سے بھر پور فائدہ اٹھائیں اور اللہ سے مغفرت مانگیں۔ اس کے بعد جناب جنید نذیر نے مختصر گفتگو فرمائی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں ایسا طرزِ عمل اپنانا ہوگا کہ ہم تنظیمی فکر کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیں۔

نمازِ عشاء کے بعد جناب عبدالقدیر بٹ نے بھی رمضان کے احکام بیان کیے۔ انہوں نے کہا کہ روزہ کا مقصد یہ ہے کہ ہم تقویٰ اختیار کریں۔ آنکھ' کان' زبان وغیرہ ہر چیز کا روزہ ہوتا ہے۔ لہٰذا ہمیں ان کی حفاظت کرنی ہوگی۔ جو شخص روزے کی حالت میں جھوٹ بولنے سے باز نہیں آتا اُس کے متعلق رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ کو اُس کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

اس کے بعد رفقاء نے کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد راقم نے نیکی کے حقیقی تصور پر گفتگو کی۔ گفتگو کا محور سورۃ البقرۃ کی آیت (177) رہی۔ نیکی کے محدود تصور کی وجہ سے ہم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اگر ہم نماز' روزہ' زکوٰۃ اور حج کی ادائیگی کر رہے ہیں تو ہم بہت نیک ہیں۔ باقی زندگی ہم جیسے چاہیں گزاریں' جنت ہمارے ہی حصے میں آنی ہے۔ نیکی کے اسی محدود تصور کی وجہ سے ہم قرآن کے تصورِ نیکی کو پسِ پشت ڈالے بیٹھے ہیں۔ حالانکہ اللہ فرما رہا ہے کہ نیکی صرف یہ نہیں کہ تم قبلے کے جانب اپنا منہ کر لو بلکہ اصلی نیکی تو اس شخص کی ہے جو اللہ' یوم آخرت' فرشتوں' کتابوں اور نبیوں پر ایمان رکھتا ہے۔ اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتا ہے۔ قریبی رشتہ داروں' یتیموں' مسکینوں' (جو مد بھی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے) وغیرہ سب پر خرچ کرتا ہے۔ اور نماز قائم کرتا اور زکوٰۃ ادا کرتا ہے۔ وعدے پر پورا اترتا ہے۔ دکھ تکلیف اور مصیبت کی گھڑی میں صبر کرتا اور اللہ پر بھروسہ رکھتا ہے۔ قرآن کہہ رہا ہے' یہی لوگ سچے ہیں اور یہی ہیں متقی۔ ہمیں چاہیے کہ قرآن حکیم کے اس تصور نیکی کو اپنائیں کہ یہی نیکی کا حقیقی تصور ہے۔

(رپورٹ: اعجاز عنصر)

بقیہ: اداریہ

نہیں پہنچایا گیا جن کی بنی ہوئی سرکاری عمارتیں پہلے ہی جھٹکے میں ڈھیر ہو گئیں (ایک اطلاع کے مطابق زیادہ نقصان سرکاری عمارتوں اور اُن غریب گھرانوں کا ہوا جو مضبوط عمارت تعمیر کرنے کی سکت نہیں رکھتے تھے)۔ کیا تعمیرِ عمارت کے حوالہ سے کوئی نیا معیار مقرر ہوا؟ اگر یہ سب کچھ نہیں ہوا تو نہ ہم نے اونٹ کا گھٹنا باندھا' نہ اُسے اللہ کے سپرد کیا۔

کرنے کا اصل کام یہ تھا کہ ہم اجتماعی توبہ کرتے' اللہ سے وہ تعلق اور واسطہ جو ہماری بداعمالیوں سے ٹوٹ چکا ہے' اُسے از سرِ نو اُستوار کرتے۔ پختہ عہد کرتے کہ جلد از جلد مملکت خداداد پاکستان میں اسلام کا عادلانہ نظام نافذ کریں گے۔ انفرادی اور اجتماعی سطح پر اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی سے بچیں گے۔ پھر قومی سطح پر اپنے وسائل مجتمع کر کے زلزلہ زدگان کو زلزلہ پروف مکانات اور عمارتیں تعمیر کرنے میں بھرپور مدد دیتے' تو کہہ سکتے تھے کہ ہم نے بڑی آفت سے بڑا سبق سیکھا ہے۔ وہ یہ کہ اللہ اور رسول ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہوئے امن' چین اور تحفظ کے لئے کوشاں رہو' دنیا میں بھی سرخرو ہو گے اور اُس سب سے بڑی آفت میں بھی جسے قیامت کا نام دیا گیا' محفوظ اور مامون رہو گے۔ وگرنہ اسلام آباد کے پلازے کی طرح ہمارا اور ہماری ایمان بھی روزِ قیامت ریت کا گھروندہ ثابت ہوگا۔ اللہ نہ کرے!

انتہا پسند عیسائیوں کا تعصب

برطانیہ کے سابق وزیر خارجہ اوراب پارلیمان میں لیبر پارٹی کے رہنما' جیک سٹرا نے یہ نیا شوشہ چھوڑا ہے کہ مسلمان عورتیں پردے کو خیر باد کہہ دیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جو مسلمان عورت ان سے ملنے آئے' وہ پردہ نہ کرے' کیونکہ ایسی عورتوں سے باتیں کرتے ہوئے موصوف گھٹن محسوس کرتے ہیں۔ جیک سٹرا شاید یہ چاہتے ہیں کہ مسلم خواتین بھی پردہ چھوڑ کر مغربی خواتین کی طرح شمع محفل بن جائیں اور سب کو دعوت نظارہ دیتی پھریں۔

کرۂ ارض پر صرف انسان ہے جو شرم وحیا محسوس کرتا ہے۔ اسی لیے وہ کپڑے پہنتا اور اپنا جسم ڈھانپتا ہے۔ حیا ہر شریف اور مہذب آدمی کی شخصیت کا حصہ ہوتی ہے۔ اسلام میں تو حیا کا درجہ بہت بلند ہے۔ زیادہ دور مت جایئے' صرف ساٹھ ستر سال قبل تک یورپ اور امریکا میں بھی خواتین شرم وحیا کے باعث اپنا بدن اچھی طرح ڈھانپتی تھیں۔ کئی ایک تو مسلم خواتین کی طرح چہرے کے آگے جالی تان دیتی تھیں۔ یہ بھی برقع یا پردے کی ایک قسم تھی۔

جب مغربی معاشرے میں سینما' ٹی وی' وی سی آر کے ذریعے فحاشی عام ہوئی' تو رفتہ رفتہ وہاں کی نئی نسل شرم وحیا سے بیگانہ ہوتی گئی اور یوں کم سے کم کپڑے پہننے لگی۔ زیادہ سے زیادہ جسم نمایاں کرنا فیشن کا حصہ بن گیا۔ اب حال یہ ہے کہ امریکا اور یورپ کے بیشتر ممالک میں شرم وحیا کا جنازہ نکل چکا ہے اور جو انسان حیا کرے' اس کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ جیک سٹرا نے انہی اثرات کے زیر اثر درج بالا بیان دیا۔ انہیں معلوم نہیں کہ پردہ تو عورت کی پہچان ہے۔ یہ اُسے ذہنی طور پر تحفظ کے احساس کے ساتھ چلنے پھرنے کا موقع دیتا ہے۔

فلسطین میں صورت حال اچھی نہیں

فلسطینی اتھارٹی بدستور بحران کا شکار ہے جو سنگین ہوگیا ہے۔ پچھلے دنوں حماس اور الفتح کے رہنما فلسطینی صدر محمود عباس کے درمیان قومی حکومت بنانے کے سلسلے میں اتفاق رائے ہوگیا تھا مگر وہ جلد ہی ٹوٹ گیا۔ وجہ یہ ہے کہ امریکا اور یورپی یونین اسی وقت امداد بحال کرنا چاہتی ہیں جب حماس اسرائیل کو بحیثیت مملکت تسلیم کرلے جبکہ وہ اس بات سے انکاری ہے۔

امداد بند ہونے سے فلسطین اتھارٹی اپنے ملازمین کو تنخواہیں نہیں دے پا رہی اور وہاں خوفناک معاشی بحران جنم لے رہا ہے۔ پچھلے ہی دنوں اتھارٹی کی پولیس اور ملازمین کے درمیان تصادم سے کئی افراد ہلاک ہوگئے تھے۔ بڑھتے ہوئے اختلافات کی وجہ سے حماس اور الفتح کے مسلح دستوں کے درمیان لڑائیاں بھی ہونے لگی ہیں۔ اگر حالات یہی رہے تو فلسطینی معاشرہ دو حصوں میں تقسیم ہوسکتا ہے۔ فلسطینیوں کو سمجھنا چاہیے کہ دشمن چاہتے ہیں کہ دونوں فریق آپس میں لڑ پڑیں۔ انہیں چاہیے کہ وہ آپس میں اختلاف ختم کرکے جلد از جلد اپنے وطن کو آزاد کروانے کے اصل مشن کی طرف گامزن ہوجائیں۔

عراق کے اگلے چھ ماہ

عراق میں اتحادی افواج کے سربراہ' امریکی جرنیل جارج کیسی نے کہا ہے ''عراقی مستقبل کے سلسلے میں اگلے چھ ماہ نہایت اہم ہیں۔ ان مہینوں میں فیصلہ ہوجائے گا کہ ''دہشت گرد'' اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں گے یا نہیں۔ اگر وہ کامیاب ہوگئے تو عراق میں فساد بڑھ سکتا ہے۔''

امریکا میں ایک تازہ سروے سے انکشاف ہوا ہے کہ اگر عراق میں حالات یونہی رہے' تو اگلے ماہ ہونے والے مڈٹرم الیکشن میں ڈیموکریٹک امیدوار کامیاب ہوسکتے ہیں۔ یاد رہے کہ عراق میں امریکی فوج کی ناکامیوں کی وجہ سے امریکی عوام کی اکثریت اس جنگ سے متنفر ہوگئی ہے اور امریکا میں بش حکومت پر دباؤ بڑھ گیا ہے کہ وہ فوج کو واپس بلائے۔

دریں اثنا اسلامی سربراہ تنظیم کے تعاون سے سعودی عرب میں عراقی شیعہ سنی جماعتوں کی میٹنگ ہورہی ہے۔ میٹنگ ختم ہونے کے بعد یہ اعلامیہ جاری کیا جائے گا کہ اسلام فرقہ ورانہ فساد کی اجازت نہیں دیتا۔ عراقی شیعہ اور سنی جماعتوں میں اس قسم کی مزید ملاقاتیں ہونی چاہئیں تاکہ وہاں فرقہ ورانہ فسادات ختم ہوسکیں' اور عراقی متحد ہوکر غاصبوں کا مقابلہ کریں اور انہیں مار بھگائیں۔

ملا عمر زندہ ہیں

افغانستان میں طالبان کے خلاف برسرپیکار مغربی افواج کی کمانڈ نیٹو نے سنبھال لی ہے۔ اس طرح افغانستان میں 31 ہزار مغربی فوجی طالبان کے خلاف لڑ رہے ہیں۔ ان میں سب سے بڑا دستہ امریکی فوج کا ہے' جس کی تعداد 12 ہزار ہے۔ اس کے بعد برطانیہ کا نمبر آتا ہے۔ یاد رہے کہ طالبان مخالفوں کا زبردست مقابلہ کررہے ہیں اور نیٹو کے مقامی کمانڈروں نے مغربی ممالک سے درخواست کی ہے کہ وہ مزید فوجی افغانستان بھجوائیں۔

اُدھر طالبان کے ترجمان عبدالحیٔ مطمئن نے بیان دیا ہے کہ ملا عمر زندہ ہیں اور افغانستان میں ہیں۔ وہ حملہ آوروں کے خلاف جہاد جاری رکھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اس امر کی تردید کی کہ طالبان کو پاکستان سے فوجی امداد مل رہی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ پاکستان چونکہ امریکا کا حامی ہے لہٰذا طالبان اُسے بھی اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ حقیقت میں طالبان اپنے وسائل سے جہاد کررہے ہیں۔

افغانستان کے کٹھ پتلی سربراہ' حامد کرزئی افغان پختون اور پاکستانی پختون قبائل کا جرگہ بلانے پر غور کررہے ہیں تاکہ طالبان کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا جاسکے۔ تاہم انہیں خطرہ ہے کہ پاکستانی حکومت اُسے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرسکتی ہے۔

شمالی کوریا کا ایٹمی دھماکہ

شمالی کوریا نے اقوام متحدہ سمیت تمام بڑی طاقتوں کی دھونس اور دھمکیوں کی پروا نہ کرتے ہوئے ایٹمی دھماکہ کرکے' جوہری کلب کا 9 واں رکن بن گیا۔ ایٹمی دھماکہ کے بعد ایشیا میں طاقت کا توازن امریکہ کے ہاتھ سے نکل چکا ہے اور دنیا امریکہ کے پروپیگنڈے کے مطابق مزید غیر محفوظ ہوگئی ہے۔ وقت امریکہ کی مٹھی سے ریت کی طرح پھسل رہا ہے۔ اس کی فوجی حکمت عملی کا جنازہ نکل گیا۔ شمالی کوریا کے ایٹمی دھماکے کو پاکستان نے افسوسناک قرار دیا ہے۔ جو یقیناً امریکہ پیروی کا مظہر ہے۔ ورنہ یہ بات ساری دنیا جانتی ہے کہ سائنس وٹیکنالوجی کسی خاص مملکت کی میراث نہیں ہے' ہر قوم کا حق ہے۔

امریکی منافقت کا کھلا ثبوت

امریکہ اپنے آپ کو جمہوریت اور حقوق انسانی کا چیمپئن کہتا ہے مگر یہ امر صرف زبانی کارروائی تک محدود ہے۔ حقیقت میں وہ دنیا بھر کے آمروں اور فوجی حکومتوں کا سرپرست ہے۔ مثال کے طور پر ایک بار صدر بش نے قازقستان کے آمر حاکم' نورسلطان نذر بایوف کو اپنے ''فریڈم ایجنڈے'' کا مرکز بنایا تھا۔ انہوں نے تیل کی دولت سے مالا مال وسطی ایشیا کی اس مملکت کے حکمران پر زور دیا کہ وہ سیاسی جماعتوں کے ذرائع ابلاغ اور اپنی قوم کو مزید آزادی دیں نیز منصفانہ الیکشن کروائیں۔ مگر بش حکومت کی کوششیں ناکام گئیں۔ پچھلے دسمبر میں نذر بایوف 91 فیصد ووٹ لے کر کامیاب قرار پائے' حالانکہ بین الاقوامی اور مقامی مبصرین نے انہیں بوگس قرار دیا۔ مخالف سیاسی رہنماؤں پر ظلم وستم کا سلسلہ جاری رہا اور میڈیا کو کنٹرول کرنے کے لیے نئے قوانین متعارف کروائے گئے۔

پچھلے جمعے یہی قازقستانی آمر امریکا پہنچے تو صدر بش نے ان کا پرتپاک استقبال کیا۔ بعد میں انہیں بش کے باپ کے گھر استقبالیہ دیا گیا' جس سے ظاہر ہے کہ نذر بایوف کے بش خاندان سے خصوصی تعلقات ہیں۔ اس صورتحال سے عیاں ہے کہ قازق آمر کی مخالفت نہیں ہوئی' اس کے بجائے انہیں اہم اتحادی قرار دیا گیا۔

وجہ یہ ہے کہ قازقستان' افغانستان اور عراق میں جاری امریکی جنگوں کی حمایت کرتا ہے۔ اس کے علاوہ قازقستانی حکومت نے اپنا تیل امریکی کمپنیوں کے ذریعے مغرب کو فروخت کرنے کی ہامی بھرلی ہے۔ اس معاہدے کے سلسلے میں امریکی خفیہ اداروں کا کہنا ہے کہ قازقستانی صدر نے 78 ملین ڈالر بطور رشوت لیے مگر وائٹ ہاؤس نے یہ حقیقت بھی نظر انداز کردی۔

believing in evil and defeat them? The image is made even more horrifying by statements such as this one from the same speech: "Our response involves far more than instant retaliation and isolated strikes. Americans should not ex-pect one battle, but a lengthy campaign unlike any other we have ever seen." The vagueness of what is meant by "lengthy cam-paign" (something more than retaliation and military strikes) becomes a serious cause for alarm when a papal, broad-brush justification is released for a struggle against the perceived evil.

This characterization of the enemy as wholly evil is then fur-ther reinforced by language that draws sharp lines between only two sides, good versus evil. This event is part of a great cosmic bat-tle: "This will be a monumental struggle of good versus evil. But good will prevail." Canadian author Erna Paris writes that the image of a crusade—of a cosmic war between good and evil—remains the choice of President George W. Bush when he speak to reassure the American people in these words. "With these symbol-laden words, the president fulfilled the three purposes I have alluded to: he reassured people that he was in control; he laid the foundation for his eventual response, which would be war of some sort; and he steered the public discourse into a religious - apocalyptic space."

With this kind of language, Pope on the religious front and Bush on the political front appeal to the Western public's noble sentiments in order to solicit their sup-port for a grand strategy for a decisive moment in the Great Cosmic Battle between Good and Evil.

The problem with Pope and Bush's theory of justification is that it is all too easy for anyone to say that we have the right kinds of feelings, and the enemies have the wrong kinds of feel-ings, and so we are good and they are evil. Bush and Blair on the political front do re-gard some Muslims as innocent and do not wish to harm them. Nevertheless, Pope's attempt to demonize the core of Islam with the help of words from an Islamophobe from 14th century removes any distinction between good and evil Muslims.

The most worrisome aspect of the political and religious leaders' calling Islam and Muslims evil is that it forcefully silences dissent to the theory that the world is divided into two. On one side are the concepts of freedom, democracy, creativity, a "way of life," and "civilization," all necessarily to be defended with something "more" than mere words. On the side are images of murderer "Jihadists," lurking in caves, and women and children being beaten because of their socks, shoes, kites, and snowmen. Neutrality is not an option. There is no space for it in such a sharp dichotomy. Every attitude, action, or person must be assigned to one side or the other. Therefore, to question the papal or White House interpretation, or to question the appropriateness of military adventures, is to re-move oneself from the side of goodness, because in a tightly di-chotomized world, to question any part of one side of the divide is to question everything else associated with it. Therefore, the questioner must be regarded as evil, because there are no other ways of classifying someone who, by questioning some of what Bush or Pope has defined as evil, is thereby questioning goodness itself.

It is very strange that the states purpose of Pope's speech at his old university was to provide a foundation for a "dialogue of cultures" and challenge secularist reason. It sounds like a noble endeavor, yet the concept of the evil in Islam is so engraved in Pope' mind that rather than addressing those of his fellow Christians whose addiction to faith undermines their ability to reason he pointed a critical finger at Islam.

Right now, there is far more organized and systematic violence in the world being committed by people who call themselves Christians than by anyone else. Evidence is mounting by the day which shows military Generals, such as General Boykin insulting Muslims and Islam and their front line warriors desecrating the Qur'an and making fun of Muslim faith. The violent acts associated with a handful of Muslims (without any concrete evidence) in the West have resulted in only a fraction of the amount of suffering that Muslims have experienced in recent years. As an Iraqi wrote this week, "With 3,000 civilians killed every four weeks, my country suffers its own 9/11 on a monthly basis."

Keeping such blindness of Pope, Bush, Blair and their associates in mind, one comes to the conclusion that the calls for Pope's apology are meaningless. Any verbal apology from anyone of them is irrelevant. It would neither change the ground realities nor the bigotry and Islamophobia in their hearts. It would not change their plans to impose "value systems on the Muslim world." What Muslims and non-Muslims need to do is to struggle for mutual liberation from the religio-imperial forces which have enslaved the humanity.

The dawn of true liberation for Muslims and non-Muslims is at hand. A majority of the masses have realized that today's inequalities, poverty, violence and wars at global and local levels stem from the rule of law and governing systems put in place over the last seven centuries by the wealthy and powerful colonialists, who have through out been blessed by Popes in their respective age.

The first of those 700 years was plunder by trade between city states and the countryside and the slow evolution of current rule of law. Then came the 400 years of long battles between the colonial empires. Only after WW-II did those imperial nations ally together to maintain control of the rest of the world. The power structure realized they had to quit fighting each other and ally together to maintain their monopoly position. That alliance is desperately attempting to sustain both their rules of law (plunder by trade) and internal rule of law worldwide. Islam is perceived as the only challenge that can come up with an alternative model and way of life. Hence, it is the evil and the enemy number one.

Correction:

In the previous issue (# 37) name of author of article, "The achievement of the......" was wrongly printed stewart Bell instead of Dr. Israr Ahmad. We regret for the error.

٭٭٭

Vol: 15 Regd. No. LRL -50 No. 38

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

View Point

Abid ullah Jan

Calls for Pope's Apology are Meaningless and Irrelevant

Pope Benedict XVI proved himself to be another George Bush on the religious front of a war to sustain the existing unjust world order. As he spoke his mind more clearly, both Muslims and non-Muslims are demanding his "a deep and persuasive apology." The question, however is: Would Pope's apology mean he has changed his belief that the teachings of Prophet Mohammed are "evil and inhuman"?

The answer to this question lies in deep analysis of what is going on both on the religious and political fronts in the West to preserve the status quo of a global, imperial order—a rule of law which the former colonial powers have established to perpetuate de facto colonization of the weak nations. At present, if anything can pose a real challenge to this order, it is Islam. Hence Islam and its followers become enemies by default.

Muslims and Islam are presented as evil because the concept of "evil" contains ambiguities and evokes fear. By employing the term "evil," Western political and religious leaders generate fear of Muslims and Islam to manipulate people's attitudes and behaviors. Associating Islamic sources, Prophet Mohammed and Muslims with evil is especially powerful for summoning support for violent or militaristic action.

When the events of September 11 unfolded, many people were deliberately forced to feel that they were witnessing evil. With statements upon statements, people were made to feel angry, fearful and sad. Without presenting any concrete evidence thus far, people have been bombarded with messages that there were evil Muslims who were responsible, and if we could just find them and kill them, the world would be safe again and life could return to normal.

The rhetoric of Bush and Blair's speeches and news conferences shows the construction of the kind of ideology of good versus evil that is meant to justify a violent, militaristic re-sponse. Furthermore, together with the corporate media and religious sector, they employ clever rhetorical strategies that play on both public wishful thinking and fears in order to per-suade by emotion rather than logic.

Bush, for example, explains why the United States was targeted for attack: "America was targeted for attack because we're the bright-est beacon for freedom and opportunity in the world." In subse-quent speeches, he adds to this list: they hate our democratically elected government; they hate our tolerance of openness and our creative culture. While it is possible that all this is true, the question of whether it is the full answer to the question of who really attacked and why Americans were attacked remains open. Such language makes "the enemy" seem monstrous and irrational, incomprehensibly hating what the Western public regard as unquestionably good.

In his first speech after September 11 attacks, Bush de-scribed the terrible events of that day as evil, and tied evil into human nature. The idea of evil people was then made more ex-plicit in later speeches. For example, in a news conference on October 11, Bush said, "I think it's essential that all moms and dads and citizens tell their children we love them and there is love in the world, but also remind them there are evil people." Specific evil people were then identified during this news con-ference: Osama bin Laden and Saddam Hussein. Any subsequent attempt to call someone evil or his religious beliefs as evil evokes the same images of "evil" Osama bin laden and Saddam Hussein.

Pope's attempt to directly or indirectly link the Prophet of Islam and his teachings to "evil and inhuman" becomes an icing on the cake. This puts a seal of confirmation on the political attempts at showing just how horrible the "evil" Muslims are. Bush on the political front says, they are trained in tactics of terror and are "sent to hide in countries around the world to plot evil and destruction. They are directed "to kill Christians and Jews, to kill all Americans and make no distinctions among military and civilians, including women and children." Not only do they kill, they do so with sat-isfaction: "We have seen the true nature of these terrorists in the nature of their attacks; they kill thousands of innocent people and then rejoice about it. They kill fellow Muslims, many of whom died in the World Trade Center that terrible morning, and then they gloat. They condone murder and claim to be doing so in the name of a peaceful religion." But: "We're not deceived by their pretenses to piety."

And it is not just the terrorists themselves at fault. All other Muslims as well become guilty by association, and sharing the same faith and following teachings of the same prophet. Because the enemy is so clearly evil, a military response is re-quired and Pope has no problem extending legitimacy for this mission to "democratize" the Muslims world. This connection was made explicit when Bush spoke with reporters at the White House following his November 6 satellite speech to a summit in Warsaw, Poland. Referring again to bin Laden, Bush said, "This is an evil man that we're dealing with, and I wouldn't put it past him to develop evil weapons to try to harm civilization as we know it. That's why we work hard to keep our coalition bound together, and that's why we're going to keep relentless military pressure on him in Afghanistan." In an earlier speech, he spoke of directing "every resource at our command" to this task, claiming that "the only way to defeat terrorism as a threat to our way of life is to stop it, eliminate it and destroy it where it grows." The response is thus one of vengeance and vio-lence, expressed in unambiguous terms of elimination and de-struction.

Pope and Bush's goal are as much ambitious as they are scary. Pope believes the Prophet of Islam has brought nothing new other than "evil and inhuman." On the other hand Bush says, this war on evil "will not end until every terrorist group of global reach has been found, stopped and defeated." Stating the goal this way is disturbing, as the very impossibility of determining whether Bush and company have actually succeeded suggests that they may be forcing public to live in fear and in this state of war not just for a long time, but forever. Pope's attempt to link the roots of evil to the message of Prophet Mohammed shows that Muslims will remain evil as long as they follow his teachings. How can we ever be sure we have found every terrorist group and every Muslim has relinquished the "evil and inhuman" teachings of Prophet Mohammed? What exactly would it take to permanently stop Muslims from